بیس رکعت تراویح کا ثبوت

حقیقت کے آئینہ میں

از
رضاء اللہ عبد الکریم المدنی
خادم الحدیث و دار الافتاء جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی پھاٹک حبش خان دہلی

ناشر
ادارہ تحفظ کتاب و سنت
پھاٹک حبش خان، دھلی ۶

بیس رکعت تراویح کا ثبوت

حقیقت کے آئینہ میں

مفتی شبیر احمد قاسمی کے رسالہ کا جواب

از:۔ رضاء اللہ عبدالکریم مدنی

خادم الحدیث والافتاء جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی

پھاٹک حبش خاں دہلی

ناشر

ادارہ تحفظ کتاب وسنت۔ پھاٹک حبش خاں دہلی۔٦

نام کتاب : بیس رکعت تراویح کا ثبوت حقیقت کے آئینہ میں
نام مؤلف : رضاء اللہ عبدالکریم مدنی
سنہ طباعت : 2013ء
کمپوزنگ : اپنا پرنٹنگ ہاؤس، دہلی۔۶
ناشر : اہلحدیث اکاڈمی، پھاٹک حبش خاں، دہلی۔۶
قیمت : -/35 روپئے

ملنے کے پتے

۱. ادارہ تحفظ کتاب وسنت، جامعہ سید نذیر حسین محدث دہلوی
پھاٹک حبش خاں، دہلی۔۶
۲. سلفی بک سینٹر 1352/6، انصار مارکیٹ، نزد۔
مرکز جماعت اسلامی، چتلی قبر، جامع مسجد، دہلی۔۶
موبائل نمبر: 9136505582
۳. الکتاب انٹرنیشنل مرادی روڈ، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵
۴. دارالکتب الاسلامیہ، مٹیا محل، جامع مسجد، دہلی۔۶
۵. فہیم بکڈپو، مئوناتھ بھنجن، یوپی
۶. مکتبہ جامعہ سلفیہ، ریوڑی تالاب، بنارس، یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سید الاولین والآخرین، وعلی آلہ وصحبہ اجمعین، ومن تبعھم باحسان الی یوم الدین امابعد :

نماز تراویح کی صحیح تعداد بسند صحیح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی ہے یہ مسئلہ ہندوستان میں مدت دراز سے موضوع بحث ہے حالانکہ مسئلہ اتنا واضح ہے کہ اس میں اس قدر بحث کی نا ضرورت ہے اور نا گنجائش-----مگر فرقہ بندی کا شکار چند مولوی اس مسئلہ کو الجھائے رکھنے میں ہی اپنی عافیت مانتے ہیں-----مسئلہ کی دو صورتیں ہیں۔

(۱) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی عمر شریف میں کتنی رکعت پڑھی ہیں آٹھ یا بیس؟

(۲) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کتنی رکعت پڑھنے کا حکم دیا، آٹھ یا بیس؟

یہ دو باتیں اگر واضح کر دی جائیں تو مسئلہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔ مگر ہمارے کرم فرما تقلیدی حضرات خصوصاً دیوبندی حضرات مسئلہ کو سلجھانے کے بجائے الجھاتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ اگر صحیح صورت حال واضح ہوگئی تو ہماری پیری مریدی کا کیا ہوگا اور ''فقہ'' شریف پر عوام کا اعتماد کہیں متزلزل نہ ہو جائے، اس لئے خلط مبحث سے لیکر بے بنیاد اور بے دلیل دعوے کرنے کی ان حضرات کو بُری لت پڑ چکی ہے جس کا اظہار بار بار کرتے رہتے ہیں۔

اس وقت میرے پیش نظر ایک آٹھ ورقی رسالہ ہے جس کو غیر اہلحدیث مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب نے قلم بند فرمایا ہے۔ سارا رسالہ مغالطوں کا پشتارہ ہے، اس بات کا اعتراف کرنے کے باوجود کہ بیس کا ثبوت کسی صحیح صریح مرفوع متصل حدیث سے نہیں ہے۔ موصوف نئے مغالـــطــوں کے ذریعہ بیس رکعت تراویح کو ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ ذیل میں ہم موصوف کی اس کاوش کا جائزہ لینگے۔ اور دیکھیں گے کہ موصوف کے دعوؤں کی حقیقت کیا ہے۔

مفتی قاسمی اوران کا یہ کتابچہ

ناظرین!

قاسمی صاحب نے مسئلہ کو سلجھانے کے بجائے الجھایا ہے، ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پہلے وہ مسئلہ کی اصل صورت حال بیان کرتے اور پھر وجہ خلاف کیا ہے اس کو بیان کرتے۔ پھر اپنا دعویٰ لکھتے اوراس کے بعد اپنی دلیل لکھتے تاکہ قاری اصل مسئلہ وجہ خلاف اوراس سے نکلنے کی صورت حال پوری طرح سمجھ جاتا اوراس طرح ان شاءاللہ وہ اس تذبذب سے نکل جاتا جس میں وہ گرفتار ہے۔ لیکن انہوں نے خلط مبحث کرتے ہوئے اصول اربعہ کا ذکر چھیڑ دیا اوران کی بالکل من مانی طریقے سے تشریح کر ڈالی قیاس کی حجیت کا عنوان لگا کر جو کچھ انہوں نے لکھا ہے وہ ان کی ذہنی پریشانی پر دلالت کرتا ہے۔ اس آٹھ ورقی کتابچہ میں دو صفحات انہوں نے صرف بلا دلیل دعوے کرنے میں صرف کر دیئے۔

کتابچہ کی پہلی ہی لائن میں کہتے ہیں۔

''شریعت کے مسلمہ اصول تین ہیں''

حالانکہ شریعت کے مسلمہ اصول چار ہیں جن میں دو اصل ہیں اور باقی دو انہی دو سے ماخوذ ہیں۔

مفتی ہو کر مسلمہ اصول تین بتلانا اور پھر قیاس کی حجیت کا عنوان قائم کر کے قیاس

کی من مانی تشریح کرنا ان کی ذہنی پریشانی کا غماز ہے۔ اگر وہ اصول فقہ حنفی کی درسی کتاب نورالانوار ہی دیکھ لیتے تو شاید ایسی بہکی بہکی باتیں نا کرتے۔

اجماع کو مفتی صاحب نے صرف اجماع صحابہ تک محدود رکھا ہے چنانچہ کتابچہ کی چھٹی سطر میں نمبر ۳ کے تحت اجماع صحابہ کا عنوان لگاتے ہیں اس سے ظاہر ہے کہ صحابہ کرام کے بعد منعقد ہونے والے اجماع مجتہدین کو اجماع نہیں مانتے ---- ہم کو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا مگر اصول فقہ حنفی میں اصلاح کی ان کی یہ کوشش علماء دیو بند کو پسند آئے گی یا نہیں یہ علماء دیو بند کے سوچنے کی چیز ہے۔

موصوف نے اجماع صحابہ کے لئے جو حدیث پیش کی ہے وہ بھی دعوے سے مطابقت نہیں رکھتی کیونکہ دعویٰ موصوف کا اجماع صحابہ کا ہے اور دلیل میں صرف خلفاء راشدین کی سنت کو لازم پکڑنے کا ذکر ہے اور خلفاء راشدین کے اتفاق کو اگر اجماع کہتے ہیں تو یہ تو صرف عہد صدیق ہی تک ممکن ہے آپ کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد تو گویا کہ اجماع ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ آپ اجماع بتلا رہے ہو خلفاء راشدین کے کسی امر پر اتفاق کر لینے کو اور صدیق اکبر کے انتقال کے بعد ظاہر ہے چاروں خلفاء کا اتفاق ممکن نا رہا۔

ناظرین کرام!

اس طرح کے بہت سے سوال کیے جا سکتے ہیں لیکن ہم سر دست ان کو چھوڑ تے ہیں آپ کو یہ بتلاتے ہوئے کہ اس حدیث کا اجماع کے مسئلہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور کسی اصولی نے اس کو اجماع کی حجیت کے لئے استعمال نہیں فرمایا۔

قیاس کی حجیت

اس عنوان کے تحت انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ اگر دیوبندی علماء کے نزدیک قیاس کی حجیت کا بیان ہے تو ان کو مبارک ہم تو یہی کہیں گے۔

گر ہمیں مفتی و ہمیں افتاء
کار ملت تمام خواہد شد

مفتی صاحب نے جو حدیث حضرت علی کی ذکر کی ہے اور اسکو قیاس کے ثبوت کی دلیل کے طور پر بیان کیا ہے اس سے تو ہمیں یقین ہو چلا ہے کہ مفتی صاحب قیاس اور قیاس کے ارکان اربعہ کسی کو نہیں جانتے، شاید وہ یہ سوچ کر اپنی علمیت کا اظہار فرمارہے ہیں کہ یہ کتابچہ صرف مریدین تک رہے گا اور کوئی اہل علم اس پر نظر نہیں ڈالے گا اور مریدین تو تعصب اور فرقہ بندی کی بیماری سے مجبور ہو کر ان کے حق میں نعرے لگا ہی دیں گے۔

میرا مشورہ ہے مفتی صاحب اہلحدیث دشمنی میں اوٹ پٹانگ باتین لکھ کر اپنی علمیت کا بھانڈا چوراہے پرنا پھوڑوائیں۔

اہلحدیث....کو اہل سنت سے الگ لکھ کر موصوف نے اپنے اکابر کے منہ پر طمانچہ مارا ہے اس میں ہماری نہیں خود ان کے اکابر کی رسوائی ہے.......اہلحدیث کو اہل سنت ہونے کی سند کسی مقلد سے لینا کل ضروری تھی اور نا آج، اہلحدیث جانتے ہیں کہ اصلی اھل سنت وہی ہیں جو ہر حال میں سنت کی پیروی کرتے ہیں جو لوگ تقلید امام کو لازم جان کر ہزاروں سنتوں کو یہ کہہ کر ٹال دیں کہ ہمارے امام کا قول اس کے خلاف ہے، ہم اس پر عمل نہیں کرتے۔ کیا وہ اہل سنت ہو سکتے ہیں؟

اصول کرخی دیکھ لیں اور موجودہ مقلدوں کی روش بھی ملاحظہ کر لیں۔

قاسمی صاحب کے بلا دلیل دعوے

ناظرین کرام!

قاسمی صاحب نے ایک نہیں دو نہیں تین نہیں چار نہیں دعوے ہی دعوے کر دیئے ہیں اور تعجب یہ ہے کہ ان دعووں پر دلیل نام کی ایک چیز بھی نہیں۔

لکھتے ہیں۔

(۱) صحیح سندوں کے ساتھ یہ بات حدیث کی کتابوں میں موجود ہے کہ بیس رکعت تراویح کے اہتمام کا سلسلہ خلفاء راشدین حضرت عمر کے زمانہ میں ہوا۔

(۲) اور اس کے اوپر تمام صحابہ کرام کا اتفاق ہوا، کسی بھی صحابی نے اس عمل پر نکیر نہیں کی۔

(۳) اسی کو اجماع صحابہ کہا جاتا ہے۔

(۴) حضرت عمر کے دور سے بیس رکعت تراویح پر اہتمام کا سلسلہ امت کے سواد اعظم میں ہمیشہ باقی رہا۔

(۵) حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے پورے دور میں

(۶) پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں

(۷) پھر صحابہ کے پورے دور میں

(۸) تابعین تبع تابعین، ائمہ مجتہدین کے زمانوں میں ہمیشہ جاری رہا

(۹) تراویح کا حکم شریعت کے اصول نمبر ۳) اجماع صحابہ سے حتمی طور پر ثابت ہوا ہے۔

ناظرین کرام!

یہ ہیں قاسمی صاحب کے ۹ دعوے جن میں سے کسی پر انہوں نے کوئی دلیل نہیں دی۔شاید وہ اپنے فرمائے ہوئے کو مستند مانتے ہیں۔

ہوسکتا ہے آپ کہیں کہ انہوں نے دلیل ''بیس رکعت تراویح پر صحابہ کا اجماع'' میں دی ہے۔

تو آؤ پہلے اسی کو دیکھ لیں پھر ان دعوؤں پر نظر ڈالیں گے اور ان کی قلعی کھولیں گے۔

آگے بڑھنے سے پہلے :

ناظرین کرام!

قاسمی صاحب نے مصنف ابن ابی شیبہ طبرانی ، اور بیہقی کی اس روایت کو جس کو عام طور پر بعض دیوبندی مقلدین بطور دلیل پیش کرتے ہیں خود ہی نا قابل استدلال مان لیا ہے۔لیکن اینچ پینچ لگا کر اس ناکارہ دلیل کو کار آمد بنانے کے لئے حیلہ بازی بھی نہیں چھوڑی ہے۔

مصنف ابن ابی شیبہ طبرانی اور بیہقی کی یہ روایت کسی طرح قابل استدلال نہیں ہے اور یہی واحد ایسی روایت ہے جس میں رسول کی طرف بیس کا انتساب کیا گیا ہے ورنہ تمام احادیث صحیحہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آٹھ رکعت سے زیادہ ثابت نہیں۔جس کا اعتراف خود علماء احناف کو بھی ہے جیسا کہ آئندہ معلوم ہوگا۔

قاسمی صاحب : یہ تو مانتے ہیں کہ یہ کوئی مستقل دلیل نہیں ہے کیونکہ متکلم فیہ اور ضعیف ہے اور اسکے ضعف پر محدثین کا اتفاق ہے پھر وہ احادیث صحیحہ کے خلاف بھی ہے.اس لئے نا وہ خود دلیل ہے اور نہ وہ کسی کو سہارا ہی دے سکتی ہے۔

بیس رکعت تراویح پر صحابہ کا اجماع

مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی کی پہلی دلیل :

(۱) مالک عن یزید بن رومان أنه قال: کان الناس یقومون فی زمان عمر ابن الخطابؓ في رمضان بثلاث وعشرین رکعة. (موطا مالك/ ٤٠، السنن الکبری ٢/ ٤٩٦ نسخة جدید دار الفکر بیروت ٤/ ٦١، برقم: ٤٧٢٣)

حضرت امام مالک یزید بن رومان سے نقل فرماتے ہیں کہ وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں رمضان المبارک میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کا اہتمام لوگ کرتے تھے۔

مؤطا امام مالک اور سنن کبریٰ کے حوالے سے یہ روایت اکثر مقلدین پیش کرتے ہیں حالانکہ یہ روایت اس لائق ہے ہی نہیں کہ اس کو پیش کیا جائے کیونکہ اس کے بیان کرنے والے یزید بن رومان، صغار تابعین میں سے ہیں، انہوں نے حضرت عمر کا زمانہ پایا ہی نہیں، جب وہ اس زمانہ میں تھے ہی نہیں تو آخر اس زمانہ کے متعلق بیان کیسے کر سکتے ہیں؟ ظاہر ہے انہوں نے یہ بات کسی اور سے سنی ہوگی اور یہ کون شخص تھا جس سے انہوں نے یہ بات سنی پتہ نہیں اور یہ مجہول ہے۔

مقام غور : ایک طرف تو یہ اثر ہے جس میں یزید بن رومان جو خود زمانہ عمر فاروق میں موجود نہیں تھے مجہول الذات والصفات راویوں سے ایک ایسی بات نقل کرتے ہیں جو صحیح حدیث کے خلاف ہے اور خود علماء احناف کو اس کے منقطع غیر متصل ہونے کا اعتراف ہے چنانچہ نصب الرایہ فی تخریج احادیث الھدایہ میں علامہ زیلعی نے اور علامہ عینی نے عمدہ القاری شرح بخاری میں اس کا اعتراف کیا ہے اسی طرح دیگر علماء احناف کو بھی اس کا اعتراف ہے چنانچہ علامہ عینی فرماتے ہیں

قال البیهقی : والثلاث هو الوتر ویزید لم یدرک عمر ففیه انقطاع
عُمدۃ القاری ، شرح البخاری کتاب الاذان باب صلاۃ اللیل۔

یعنی اس روایت میں بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر کا ذکر ہے لیکن یزید بن رومان نے حضرت عمر کا زمانہ نہیں پایا لہذا یہ اثر منقطع السند ہے۔

ایک طرف یہ اثر ہے دوسری طرف اسی موطاء کی ایک دوسری روایت ہے جو صحیح اور متصل السند ہے چنانچہ امام مالک فرماتے ہیں۔

عن محمد بن یوسف عن السائب بن یزید انه قال : امر عمر بن الخطاب ابی بن کعب وتمیماً الداری. ان یقوما للناس باحدی عشرة رکعة قال: وقد کان القاری یقرأ بالمئیین حتی کنا نعتمد علی العصی من طول القیام وما کنا ننصرف الا فی فروع الفجر.

الموطاء :باب ماجاء فی صیام رمضان۔

ترجمہ: سائب بن یزید فرماتے ہیں حضرت عمر بن الخطاب نے ابی بن کعب اور تمیم داری رضی اللہ عنہما کو حکم دیا کہ لوگوں کو گیارہ رکعت پڑھائیں۔

وہ کہتے ہیں: قاری لمبی لمبی سورتیں پڑھتا تھا (ایک رکعت میں سو آیتیں پڑھتا) طول قیام کے سبب ہم لاٹھیوں پر ٹیک لگانے پر مجبور ہوتے اور ہم تراویح کی نماز سے فارغ فجر سے کچھ پہلے ہی ہوتے تھے۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ قاسمی صاحب کی یہ دلیل محض ناکارہ اور بےکار ہے اس سے استدلال کرنے کا مطلب اس کے علاوہ اور کیا ہے کہ ان کے پاس اپنے دعویٰ کو ثابت کرنے کے لئے کوئی قابل استدلال دلیل موجود نہیں ہے۔

(۲) مفتی صاحب کی دوسری دلیل:

(۲) عن السائب ابن يزيد قال: كانوا يقومون على عهد عمر ابن الخطابؓ في شهر رمضان بعشرين ركعة، قال: وكانوا يقرؤن بالمئين، وكانوا يتوكئون على عصيهم في عهد عثمان بن عفان من شدة القيام. (السنن الكبرىٰ ۲/ ۴۹۶، نسخة جديد دار الفكر بيروت ۴/ ۶۱، برقم: ۴۷۲۳)	حضرت سائب بن یزیدؓ سے مروی ہے، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں رمضان کے اندر بیس رکعت تراویح کا اہتمام تمام صحابہ کرتے تھے، اور سو سو آیت والی سورتیں پڑھا کرتے تھے، اور حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت میں شدت قیام اور طول قیام کی وجہ سے لوگ اپنی لاٹھیوں کو سہارا بھی بنایا کرتے تھے۔

یہ روایت جو مفتی صاحب نے نقل فرمائی ہے کاش آپ بیہقی کی سند بھی نقل فرمادیتے مگر ایسا انہوں نے نہیں کیا۔ اور حضرت سائب بن یزید سے روایت نقل کر دی۔

آخر ایسا کیوں؟

تو یہ اس لئے کہ حضرت سائب بن یزید کی روایت جو صحیح ہے اس میں صرف گیارہ رکعات کا ذکر ہے جس کو ہم نے موطاء کے حوالے سے نقل کیا ہے اور دلیل نمبر ۱ کے جواب میں گزری ہے۔

مفتی صاحب نے انہی سائب بن یزید سے بیس رکعت کی روایت نقل کر دی تا کہ کم پڑھے لکھے لوگ کنفیوز ہو جائیں اور کوئی فیصلہ نہ کر پائیں۔ اور مفتی صاحب اپنی چال میں کامیاب ہو جائیں، نیز اس لئے کہ پوری سند جو بیہقی نے نقل کی ہے اگر ذکر کر دی گئی تو ساری پول کھل جائے گی جس سے بنا بنایا کھیل بگڑ جائے گا۔ لیکن جب تک اس دنیا میں اہلحدیث کا وجود ہے وہ غیر اہلحدیث حضرات کی تقلید کے لئے کی گئی جعل سازیوں کا بھانڈا پھوڑتے رہیں گے۔ تو آیئے یہ فریضہ آج ہم انجام دیتے ہیں۔

امام بیہقی نے اس روایت کی سند یوں نقل کی ہے۔

وقد اخبرنا ابو عبدالله : الحسین بن محمد بن الحسین بن فنجویه الدینوری بالدامغان حدثنا احمد بن محمد بن اسحق السُنّی اخبرنا عبد اللّٰہ بن محمد بن عبد العزیز البغوی ۔ حدثنا علی بن جعفر اخبرنا ابن ابی ذئب عن یزید بن خصیفة عن السائب بن یزید قال کانوا الخ

(باب ماروی فی عدد رکعات القیام فی شهر رمضان)

ناظرین کرام!

سند میں ایک راوی، حسین بن محمد بن حسن بن فنجو یہ الدینوری ہے۔

مشہور ناقد حدیث امام ذہبی اس کے بارے میں فرماتے ہیں:

قال شیرویه .فی تاریخه . کان ثقه صدوقا. کثیراً الروایة للمناکیر.

صاحب الفردوس الدیلمی امام شیرو یہ بن شہردار بن شیرو یہ نے کہا۔

ابن فنجو یہ ثقہ ،صدوق ہے، کثرت سے منکر روایات بیان کرتا ہے۔

(دیکھئے سیر اعلام النبلاء ۳۸۴/۷)

دوسرا راوی اس حدیث میں یزید بن خصیفہ ہے جس کے بارے میں مشہور محدث امام آجری فرماتے ہیں اس کو امام احمد بن حنبل نے منکر الحدیث قرار دیا ہے۔امام احمد کے اس فیصلہ سے امام ذھبی بھی متفق ہیں چنانچہ وہ اپنی کتاب (الکاشف ۶۳۲۶/) میں امام احمد کی جرح کو نقل فرما کر سکوت فرماتے ہیں۔

یزید بن خصیفہ کے بارے میں مشاہیر علماء الامصار کے مصنف فرماتے ہیں،

وکان یهم کثیراً اذا حدث من حفظه ۔

یعنی جب اپنے حافظہ پر اعتماد کر کے حدیث بیان کرتے ہیں تو ان کو وہم بہت ہوتا ہے۔

مندرجہ بالا بیان سے صاف ظاہر ہے کہ یہ روایت قابل استدلال نہیں اولاً، تو اس لئے کیوں کہ اس کی سند میں ضعیف راوی ہیں، دوم اس لئے کہ یہ صحیح روایت کے خلاف ہے، سوم اس لئے کہ یہ حضرت عائشہ وحضرت جابر وغیرہ صحابہ کرام کی صحیح روایات کے خلاف ہے جو رسول اللہ کی قیام اللیل کی نماز کا بیان فرماتے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ حضرت عمر فاروق رسول کی سنت کے خلاف حکم دیں یہ مان لینا ان کے مقام ومرتبہ کے سراسر خلاف ہے اور جن روایات میں بیان ہے کہ انہوں نے گیارہ رکعت ہی کا حکم دیا تھا وہ سند ومتن دونوں اعتبار سے نیز حضرت عمر فاروق کے مقام ومرتبہ کے اعتبار سے زیادہ مستحق ہیں اس بات کی کہ ان روایات کو تسلیم کیا جائے اور ان متکلم فیہ روایات کو مسترد کر دیا جائے۔

(۳) مفتی صاحب کی تیسری دلیل

(۳) عن شتیر بن شکل وکان من أصحاب علي أنه كان يؤمهم في شهر رمضان بعشرين ركعة، ويوتر بثلاث. (السنن الكبرى ٢/ ٤٩٦، نسخة جديدة دار الفكر بيروت ٤/ ٦١، برقم: ٤٧٢٤، مصنف ابن أبي شيبة ٢/ ٢٩٣، جديد ٥/ ٢٢٢ برقم: ٧٧٦٢)	حضرت شتیر بن شکل سے مروی ہے اور یہ حضرت علیؓ کے شاگردوں میں سے تھے، وہ رمضان کے اندر بیس رکعت تراویح میں لوگوں کی امامت فرمایا کرتے تھے، اور تین رکعت وتر بھی پڑھایا کرتے تھے۔

جواب: مفتی صاحب ذرا اس اثر کی سند تو نقل فرما دیں لیکن کہاں سے نقل کریں خود علامہ بیہقی نے اسکی سند نقل نہیں فرمائی اور ظاہر ہے حضرت شتیر بن شکل اصحاب علی سے ہیں اور حضرت امام بیہقی کے اور ان کے درمیان کئی واسطوں کا فاصلہ ہے۔ درمیان کے لوگ کون ہیں کچھ پتہ نہیں۔

امام بیہقی نے اس کو ''وروینا'' کہہ کر ذکر کر دیا ہے یعنی ہم سے روایت کیا گیا،

کس نے روایت کیا اور اس کو کس نے بتایا؟ اس کی کوئی تفصیل موجود نہیں، ایسی روایت سے استدلال مفتی صاحب کیا بھول گئے ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ میں آپ نے کیا لکھا تھا۔

> اور طاؤس بن کیسان کا اثر جو حدیث مرفوع نہیں ہے اور طاؤس اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان کون کون سے راوی ہیں ان کا کوئی نام ونشان نہیں ہے۔ اس طرح متکلم فیہ روایات کے ذریعہ سے سینہ پر ہاتھ باندھنے کا اصرار اور، نا، باندھنے والوں پر تنقید والزامات عائد کرنا کونسی انصاف کی بات ہے۔
>
> زیر ناف ہاتھ الخ۔ صفحہ ۵

کیوں مفتی صاحب کیا شُتیر بن شکل کا یہ اثر حدیث مرفوع ہے۔ اور کیا آپ بتا سکتے ہیں شتیر بن شکل اور امام بیہقی کے درمیان کون کون سے راوی ہیں۔ کیا ان کے نام ونشان آپ بتا سکتے ہیں اس طرح متکلم فیہ آثار منقطع غیر مرفوع احادیث سے بیس رکعت تراویح پر اصرار اور بیس نا پڑھنے والوں پر تنقید والزامات عائد کرنا کہاں کی انصاف پسندی ہے۔

آپ ہی اپنے ذرا قول وعمل کو دیکھیں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

۲۔ ایک اور بات ازراہِ اشارہ لکھنا چاہتا ہوں، مفتی صاحب اور ان کے ہم نوا ذرا غور سے پڑھیں اور اس پر توجہ دیں، مفتی صاحب سوال یہاں یہ نہیں ہے کہ بیس رکعت کسی نے پڑھی ہے یا نہیں پڑھی ہے، پڑھنے والوں نے مختلف اوقات میں مختلف

رکعات پڑھی ہیں۔ جو مسئلہ ہمارے اور آپ کے درمیان مابہ النزاع ہے وہ یہ ہے ہی نہیں کہ کسی نے بیس رکعت پڑھی ہیں یا نہیں۔ مسئلہ تو یہ ہے کہ تراویح کی وہ تعداد کتنی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ادا فرمائی تھی، کیا بیس رکعت تراویح سنت رسول ہے اور کیا خلفاء راشدین نے بیس رکعت پڑھانے کا حکم دیا؟

اور ظاہر ہے کسی صحیح سند سے یہ ثابت نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح پڑھیں، یا آپ نے بیس کا حکم دیا، یا آپ کے زمانہ میں صحابہ نے بیس رکعت پڑھیں۔

اسی طرح یہ بھی ثابت نہیں کہ خلفاء راشدین میں سے کسی نے بیس کا حکم دیا، اس بارے میں جو کچھ مروی ہے وہ یا تو صریح نہیں یا صریح ہے تو صحیح نہیں۔ اور آپ، اور، آپ کے ہمنوا ہیں کہ سیدھی سچی بات نہ کر کے عام مسلمانوں کو کنفیوز کرتے رہتے ہیں۔

سوال یہ ہے ہی نہیں کہ کس زمانہ میں کس نے کتنی پڑھیں، سوال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی رکعت ادا فرمائیں۔

اور اس سے آپ حضرات کتراتے دامن بچاتے اور خلفاء راشدین کے متعلق مروی ضعیف آثار اور متکلم فیہ روایات پیش کر کے خوش ہونے اور لوگوں کو دھوکہ دے کر بغلیں بجانے کو اپنی فتح سمجھ بیٹھے ہیں۔ بقول کسے۔

بے سروپا ہے خطیب شہر کا رنگیں بیاں
چند بے بنیاد باتوں پر اسے اصرار ہے

٤۔ مفتی صاحب کی چوتھی دلیل :

(٤) عن عطاء بن السائب عن ابی عبدالرحمن السلمي عن علي قال: دعا القراء في رمضان، فأمر منهم رجلا يصلي بالناس عشرين ركعة قال: وكان علي يوتر بهم. (السنن الكبرىٰ ٢/ ٤٩٦، نسخة جديد دار الفكر بيروت ٤/ ٦١، برقم: ٤٧٢٥)	حضرت علیؓ رمضان کے اندر قاریوں کو بلاتے تھے، پھر ان میں سے ایک کو بیس رکعت تراویح کے لئے لوگوں کی امامت کا حکم فرماتے، اور حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں کو وتر پڑھادیا کرتے تھے۔

جــواب : مفتی صاحب نے اس اثر کی سند نقل نہیں فرمائی آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں اس کی سند یوں ہے۔

اخبرنا ابو الحسین بن الفضل القطان ببغداد اخبرنا محمد بن احمد بن عیسیٰ بن عبدک الرازی حدثنا ابوعامر : عمرو بن تمیم حدثنا احمد بن عبداللّٰہ بن یونس حدثنا حماد بن شعیب عن عطاء بن السائب .

(دیکھئے بیہقی۔ کتاب الصلاۃ ماروی فی عدد رکعات القیام فی شہر رمضان۔ (4804)

ناظرین کرام !

یہ روایت قابل استدلال نہیں کیونکہ اس کی سند میں حماد بن شعیب الحمانی الکوفی ہے جس کو ناقدین حدیث نے ضعیف قرار دیا ہے۔ چنانچہ صاحب میزان الاعتدال فرماتے ہیں۔

ضعفه ابن معين وغيره وقال يحيى مرة : لايكتب حدثيه، وقال البخاری : فيه نظر وقال النسائی : ضعيف وقال ابن عدی:

اکثر حدیثہ مما لا یتابع علیہ ۔ وقال ابوحاتم ، لیس بالقوی
(میزان الاعتدال (2254)

حضرت امام یحییٰ بن معین نے اس کو ضعیف قرار دیا اور کبھی وہ کہتے تھے: اس کی احادیث لکھنے کے لائق نہیں۔ امام بخاری فرماتے ہیں ”فیہ نظر“ یعنی قابل احتجاج نہیں۔

امام نسائی اس کو ضعیف فرماتے ہیں اور امام ابن عدی کہتے ہیں: اس کی اکثر احادیث ایسی ہیں کہ دوسرے اس کی متابعت نہیں کرتے۔امام ابوحاتم فرماتے ہیں۔ یہ قوی نہیں ہے۔

صرف اتنا ہی نہیں کہ متقدمین نے اس کو ضعیف نا قابل اعتبار قرار دیا۔ بلکہ خود دیوبندی حلقے کے مشہور عالم علامہ نیموی فرماتے ہیں۔

حماد بن شعیب ضعیف۔ یعنی حماد بن شعیب ضعیف ہے۔ دیکھئے۔ آثار السنن مع التعلیق الحسن صفحہ 56۔

اب ایسے اثر سے مفتی صاحب کا دعویٰ کیسے ثابت ہو سکتا ہے۔

۵۔ مفتی صاحب کی پانچویں دلیل ۔

(۵) عن أبي الحسناء أن علي بن ابي طالب أمر رجلا أن يصلي بالناس خمس ترويحات عشرين ركعة. (السنن الكبرى ۲/ ۴۹۷، نسخة جديد دار الفكر بيروت ۴/ ۶۲، برقم: ۴۷۲۳، مصنف ابن ابي شيبة ۲/ ۳۹۳، جديد ۵/ ۲۲۳ برقم: ۷۷۶۳)

حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ میں ایک آدمی کو حکم فرمایا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پانچ ترویحات کے ساتھ پڑھا دیا کریں۔

جواب : مفتی صاحب نے اس کی سند نقل نہیں فرمائی۔

سند اس کی یوں ہے۔

اخبرنا ابوعبداللّٰہ بن فنجویہ الدینوری حدثنا احمد بن محمد بن اسحٰق السنّی حدثنا احمد بن عبداللّٰہ بن البزار، حدثنا سعدان بن یزید حدثنا حکم بن مروان السلمی انباء الحسن بن صالح عن ابی سعید البقال عن ابی الحسناء ان علی .....

اس اثر میں ابوسعید بقال انتہائی درجہ ضعیف راوی ہیں چونکہ مدلس بھی ہیں اور عن سے روایت کر رہے ہیں لہٰذا قابل قبول نہیں، امام ذہبی نے ان کے بارے میں کہا۔

میرے علم میں نہیں کسی نے اس کی توثیق کی ہو۔

امام نسائی نے اس کو ضعیف قرار دیا۔

اس اثر میں ابوالحسناء نامی راوی کا حضرت علی سے لقا ثابت نہیں لہٰذا یہ روایت منقطع السند اور نا قابل استدلال ہے۔

٦۔ مفتی صاحب کی چھٹی دلیل۔

(٦) عن حسن عن عبدالعزیز بن رفیع قال: کان أبي بن کعبؓ یصلي بالناس في رمضان بالمدینة عشرین رکعة، ویوتر بثلاث.

(مصنف ابن أبي شیبة ۲/ ۳۹۴، جدید ۵/ ۲٤، برقم ٦٦٦ ...)

عبدالعزیز بن رفیع فرماتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ مدینۃ المنورہ میں رمضان کے اندر بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر لوگوں کو پڑھایا کرتے تھے۔

مصنف ابن ابی شیبۃ کے حوالے سے بیان کی ہوئی یہ روایت بھی ضعیف ہے

کیونکہ منقطع السند ہے۔

عبدالعزیز بن رفیع کا لقاء ابی بن کعب سے نہیں ہے۔

کیونکہ ابی بن کعب کی وفات ۱۹ھ یا ۳۲ھ ہے اور عبدالعزیز بن رفیع کی وفات ۱۳۰ھ ہے اور کسی نے بھی اس بات کی تصریح نہیں کہ کہ انہوں نے ابی بن کعب سے روایت لی ہے۔ان کی ساری روایات صغار صحابہ و کبار تابعین سے ہیں۔

(دیکھئے تہذیب التہذیب و تہذیب الکمال)

۷۔ مفتی صاحب کی ساتویں دلیل :

(۷) عن الحارث أنه كان يؤم الناس في رمضان بالليل بعشرين ركعة، ويوتر بثلاث، ويقنت قبل الركوع. (مصنف ابن أبي شيبة ۲/ ۳۹۳، جديد ۵/ ۲۲٤ برقم: ۷۷٦۷)	حضرت حارث رمضان کی راتوں میں بیس رکعت تراویح میں لوگوں کی امامت کرتے تھے، اور تین رکعت وتر پڑھتے تھے، اور رکوع سے پہلے قنوت پڑھتے تھے۔

جواب : مفتی صاحب نے سند نہیں لکھی لیکن ہم بتاتے ہیں کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی یہ روایت سخت ضعیف نا قابل اعتبار اور مردود ہے۔ کیونکہ اس کا ایک راوی حارث، رافضی کذاب اور جھوٹا ہے۔

لیکن مفتی صاحب کی معصومیت دیکھئے ایسے کذاب جھوٹے اور رافضی کو "حضرت حارث" لکھ کر وہ عوام کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں کہ یہ کوئی بڑے پائے کے محدث اور فقیہ ہیں حالانکہ۔

تقریب التہذیب میں اس کو بدعقیدہ رافضی اور حدیث میں ضعیف کہا ہے اور اس قول کو امام شعبی سے نقل فرمایا ہے۔

امام ذہبی رحمہ اللہ نے سیر اعلام النبلاء میں (۱۵۳/۴) مشہور محدث علی ابن المدینی اور ابوخیثمہ سے نقل فرمایا کہ حارث اعور بہت بڑا جھوٹا ہے۔

افسوس ہے مفتی صاحب صحیح احادیث کے مقابلے اب جھوٹوں کی روایات پیش کرتے ہیں۔

۸۔ مفتی صاحب کی آٹھویں دلیل :

(۸) عن عطاء قال: أدركت الناس وهم يصلون ثلاثا وعشرين ركعة بالوتر . (مصنف ابن ابي شيبة ۲/ ۳۹۳، جديد ۵/ ۲۲۴ برقم: ۷۷۷۰)	حضرت عطاء بن ابی رومی فرماتے ہیں کہ میں نے صحابہ کو اس حالت میں پایا ہے کہ وہ رمضان میں تئیس رکعت پڑھتے تھے بیس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر۔

جواب : مفتی صاحب نے سند نقل نہیں فرمائی۔ ابن ابی شیبہ نے سند یوں نقل کی ہے۔

حدثنا ابن نمیر عن عبدالملک عن عطاء۔

ایک لطیفہ : مفتی صاحب نے عطاء کی تعیین کرتے ہوئے ترجمہ میں فرمایا عطاء بن ابی رومی فرماتے ہیں۔

حالانکہ عطاء بن ابی رومی رواۃ حدیث میں کوئی شخصیت نہیں، مفتی صاحب نے اس کو کہاں سے نکالا ہے وہی جانتے ہوں گے، عطاء سے مراد یہاں محدثین کے نزدیک عطاء بن ابی رباح ہیں جو اکثر مرسل روایات بیان کرتے ہیں۔

مشہور ناقد حدیث یحییٰ بن سعید القطان ان کے متعلق فرماتے ہیں۔

''کان عطاء یاخذ عن کل ضرب''

عطاء حدیث لینے میں محتاط نہیں تھے ہر قسم کے لوگوں سے روایت لے لیا کرتے تھے۔

اسی طرح امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

لیس فی المرسلات شئ اضعف من مرسلات الحسن وعطاء بن ابی رباح فانما کان یاخذان عن کل احد.

مرسل روایات میں حسن بصری اور عطاء بن ابی رباح کی مرسلات سے زیادہ ضعیف کسی دوسرے محدث کی روایات نہیں، وجہ یہ ہے کہ یہ حضرات ہر ایک سے روایت لے لیا کرتے تھے۔

پھر مفتی صاحب تابعین کے ان اقوال سے کیا ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ اللہ کے رسول بیس رکعت تراویح پڑھا کرتے تھے، یا یہ کہ بعد میں لوگوں نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہیں، ظاہر ہے کہ پہلی بات تو اس سے ثابت نہیں ہوتی اور دوسری بات سے چنداں بحث نہیں کیونکہ بعد میں لوگوں نے بیس ہی نہیں الگ الگ تعداد میں تراویح پڑھی ہیں۔ جن میں مشہور اقوال آٹھ ہیں۔

اور ظاہر ہے اس بات سے کوئی بحث نہیں کہ بعد میں کتنی رکعت پڑھی گئی، سوال تو یہ ہے کہ سنت رسول کیا ہے آٹھ یا بیس، اور جو آثار آپ نقل فرمارہے ہیں ان سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت پڑھی ہیں۔ اور جب یہ ثابت نہیں ہوتا تو آپ کا دعویٰ باطل۔

۹۔ مفتی صاحب کی نویں دلیل۔

(۹) عن سعيد بن عبيد ان علي بن ربيعة كان يصلي بهم في رمضان خمس ترويحات ويوتر بثلاث. (مصنف ابن ابي شيبة ۲/ ۳۹۳، جديد	حضرت سعید بن عبید فرماتے ہیں کہ حضرت علی بن ربیعہ رمضان کے اندر لوگوں کو پانچ ترویحات اور تین رکعت وتر پڑھایا کرتے تھے۔

حدثنا ۔ الفضل بن دُكين عن سعيد بن عبيد۔

جواب : مفتی صاحب نے اس اثر میں بھی ایک تابعی سے جو تابعین کے تیسرے طبقہ کے آدمی ہیں ان سے نقل کیا ہے کہ وہ رمضان میں بیس رکعت پڑھاتے تھے۔

سوال یہ ہے ہی نہیں کہ بعد میں لوگ کتنی رکعت پڑھتے تھے، سوال تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی رکعت پڑھتے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اس اثر سے یہ ثابت ہوتا نہیں تو آپ کا دعویٰ ثابت نہیں۔

یہ کہنا فضول ہوگا کہ یہ حضرات جتنی رکعات پڑھتے تھے انہوں نے رسول سے کوئی سند پائی ہوگی۔ تبھی ایسا کرتے ہوں گے کیونکہ اگر کوئی سند ان کے پاس ہوتی تو ضرور بیان کرتے حالانکہ انہوں نے کوئی سند ذکر نہیں کی۔

۱۰۔ دسویں دلیل ۔ حدثنا وکیع عن مالک بن انس عن یحییٰ بن سعید۔

(۲۰) عن یحییٰ بن سعید أن عمر ابن الخطاب امر رجلاً یصلي بھم عشرین رکعة. (مصنف ابن ابی شیبة ۲/ ۳۹۳، حدیث ۵/ ۲۲۳ برقم: ۷۷٦٤)	حضرت یحییٰ بن سعید فرماتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو مکلف بنا رکھا تھا کہ وہ لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھا دیا کریں۔

جواب : مفتی صاحب کی یہ دسویں دلیل ہے اس حدیث کے رواۃ ثقہ ہیں مگر افسوس یحییٰ بن سعید الانصاری نے حضرت عمر کا زمانہ نہیں پایا، ایسے میں ان کا یہ کہنا کہ حضرت عمر نے ایک شخص کو حکم دیا کہ وہ ہم کو بیس رکعت پڑھائے۔ ظاہر ہے درست نہیں، انہوں نے یہ بات کس سے سنی خود وہ تو حضرت عمر کے زمانہ میں تھے نہیں، ظاہر ہے انہوں نے یہ بات کسی اور سے سنی ہوگی اور وہ کون ہے یہ پتہ نہیں، تو ظاہر ہے کہ یہ سند منقطع ہے اس لئے اس بحث میں قابل استدلال نہیں ہے۔

یاد رہے یہ بات کہ یحییٰ بن سعید الانصاری نے حضرت عمر کا زمانہ نہیں پایا ہم کسی تعصب کی بنیاد پر نہیں کہہ رہے بلکہ یہ تو وہ حقیقت ہے جس کا اعتراف خود علماء دیوبند کو ہے چنانچہ علامہ نیموی اپنی کتاب آثار السنن میں کہتے ہیں۔

رجالہ ثقات ۔ لکن یحییٰ بن سعید الانصاری لم یدرک عمر (آثار السنن ۔ (55/2)

اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں لیکن یحییٰ بن سعید الانصاری نے حضرت عمر کا زمانہ نہیں پایا۔

پھر ایک بات اور بھی پیش نظر رہے ایک طرف تو یہ اثر ہے جو منقطع السند ہے اور

دوسری طرف وہ حدیث ہے جس کو امام مالک نے مؤطا میں بسند صحیح نقل فرمایا ہے کہ حضرت عمر نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو گیارہ رکعت پڑھانے کا حکم دیا تھا۔

ایسے میں صحیح حدیث کے ہوتے منقطع السند حدیث کو کیسے تسلیم کیا جائے۔

پھر یہ بھی یاد رہے کہ یحیٰ بن سعید بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول فعل یا تقریر نقل نہیں فرمارہے ہیں بلکہ وہ حضرت عمر کے زمانہ کی بات کر رہے ہیں۔اور حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ کی بات خارج از بحث ہے۔

مفتی صاحب شبیر احمد قاسمی کے بے بنیاد مگر بلند بانگ دعوے

قاسمی صاحب لکھتے ہیں۔

''بیس رکعت تراویح کے بارے میں خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ کا عمل آپ کے سامنے آچکا ہے۔اب کسی کی ہمت ہے کہ خلفاء راشدین اور اجلہ صحابہ کی مخالفت کرکے یوں کہے کہ بیس رکعت تراویح کا ثبوت نہیں ہے۔'' صفحہ ٦

قاسمی صاحب کی سادگی پر کہنے کو جی چاہتا ہے کہ

اس سادگی پہ کون نہ مرجائے اے خدا
لڑتے ہیں اور ہاتھ میں تلوار بھی نہیں

خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ کا عمل جن دلیلوں سے آپ نے فراہم کیا ہے وہ سب کے سامنے آچکا ہے اور یہ بات بھی کہ حضرت ابوبکر الصدیق کو آپ شاید خلفاء راشدین میں شامل نہیں کرتے کیونکہ ان کا تو آپ نے کوئی قول فعل یا تقریر نقل فرمائی نہیں، پھر جن خلفاء کی طرف آپ نے بیس کا عمل منسوب کیا ان میں سے کسی نے بھی

یہ نہیں کہا کہ یہ عمل اللہ کے رسول کا تھا۔ حضرت عمر اور ان کے زمانہ سے متعلق جو کچھ آپ نے نقل کیا وہ کمزور اور ضعیف ہونے کے ساتھ ساتھ خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے جو صحیح حدیث سے ثابت ہے اس کے خلاف ہے اب بتایئے کیا اسی کا نام ثبوت ہے۔

آپ کے اور ہمارے درمیان جو مسئلہ زیر بحث ہے وہ یہ نہیں ہے کہ کسی نے تراویح بیس رکعت پڑھی ہیں یا نہیں، ہم کو یہ تسلیم ہے کہ تراویح کے نام سے امت میں مختلف اوقات میں مختلف رکعات پر عمل رہا ہے۔

خود علماء احناف کے سرخیل شارح بخاری علامہ عینی اپنی مشہور شرح عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری۔ صلاۃ التراویح ''فضل من قام رمضان'' میں یوں لکھتے ہیں۔

وقد اختلف العلماء فی العدد المستحب ۔ فی قیام رمضان علی اقوال کثیرۃ۔

قیام رمضان میں مستحب عدد کیا ہے اس بارے میں علماء کے بہت اقوال ہیں۔
اور پھر آپ نے گیارہ اقوال نقل فرمائے۔ تفصیل اس کی یہ ہے۔

۱۔	۴۷ رکعت	الاسود بن یزید سے مروی
۲۔	۳۸ رکعت	امام مالک سے مروی
۳۔	۴۱ رکعت	اہل مدینہ کا قول
۴۔	۳۹ رکعت	اہل مدینہ کا عمل عمر بن عبدالعزیز کی خلافت میں
۵۔	۳۴ رکعت	زرارہ بن اوفی آخری عشرہ میں
۶۔	۲۸ رکعت	ایک سے بیس رمضان تک
۷۔	۲۴ رکعت	سعید بن جبیر

۸۔ ۲۰رکعت اکثر اہل علم

۹۔ ۱۶رکعت ابومجلز

۱۰۔ ۱۳رکعت محمد بن اسحٰق

۱۱۔ ۱۱رکعت امام مالک نے اپنے لیے اختیار کیا۔ نیز امام ابوبکر ابن العربی نے بھی۔

امت نے مختلف اوقات میں مختلف رکعات ادا فرمائیں، یہ خود آپ کے تمام علماء کو (باستثناء متعصبین چند) اقرار ہے اور آپ بھی اس سے بخوبی واقف ہیں پھر یہ دعویٰ کرنا کہ یہ خلفاء راشدین اور جمہور صحابہ کا اجماعی عمل ہے۔ آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔

یہ گیارہ اقوال جو ہم نے شارح بخاری علامہ عینی حنفی سے نقل کیے ہیں یہ اقوال اکثر صحابہ کرام کے زمانہ کے بعد کے اقوال ہیں جس کا سیدھا مطلب یہ ہے کہ اجماع کا دعویٰ کرنا باطل اور فراڈ ہے اب آپ کا یہ کہنا کہ اجلہ صحابہ اور خلفاء راشدین کی مخالفت کرنے کی ہمت کون کرے گا۔

بیس سے کم یا زیادہ پڑھنے کو خلفاء راشدین کی مخالفت، صحابہ کرام کی مخالفت قرار دینا وہ شرارت ہے جو باعث فتنہ ہے اور جو ہمارے مخاطب مفتی صاحب کا محبوب مشغلہ ہے۔ مفتی صاحب ہمیشہ مختلف آواز کو مخالف آواز قرار دے کر فتنہ کی تخم ریزی کرتے رہتے ہیں۔

میں مفتی صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا آپ ان دس اقوال کو جو علامہ عینی نے لکھے ہیں، مخالف صحابہ وخلفاء راشدین وسواد امت قرار دیں گے۔

کیا آپ امام مالک رحمہ اللہ اہل مدینہ، زرارہ بن اوفی، سعید بن جبیر، ابومجلز، محمد بن اسحٰق، ابوبکر ابن العربی کو صحابہ کرام وخلفاء راشدین کا مخالف قرار دیں گے۔

امت نے جس طرح بیس رکعت پڑھی ہیں اسی طرح بیس سے زائد اور کم بھی پڑھی ہیں۔ جس طرح بیس کا عمل رسول کے علاوہ دوسروں کا ہے اسی طرح بیس سے زیادہ پڑھنے والوں کا عمل بھی دوسروں کا عمل ہے۔ رسول نے جتنی رکعت پڑھیں اتنی آپ بھی نہیں پڑھتے۔ اور دوسرے لوگ بھی نہیں پڑھتے پھر آپ درست ہوں اور دوسرے غلط یہ کہاں کا انصاف ہے۔ اس سے بھی زیادہ ناانصافی تو آپ کی یہ ہے کہ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بطریق صحیح صریح مرفوع ثابت رکعات ادا کرے اس کو آپ لعن طعن کریں صحابہ کرام کا مخالف اور خلفاء راشدین کی توہین کرنے والا قرار دیں۔

اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر کے زمانوں کے عمل پر عمل نا کر کے رسول کی سنت کو چھوڑ کر صدیق اکبر کے زمانے کے عمل کو ترک کر کے جب کہ تمام صحابہ کرام آٹھ رکعت ہی پڑھا کرتے تھے پکے سنّی بننے کی ایکٹنگ کر رہے ہیں صحابہ کرام کی مخالفت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت تو آپ کر رہے ہیں کہ زمانہ رسول کا عمل اور صدیق اکبر کے دور کا عمل جبکہ تمام صحابہ کرام متفق طور پر ایک ہی تعداد پر عمل کرتے تھے اس کو آپ نے چھوڑ دیا اور بعد کا عمل اختیار کر لیا۔

اور یہ بعد کا عمل بھی آپ نے صحابہ کرام کی محبت یا ان کے احترام میں نہیں بلکہ صرف اس لیے اختیار کر لیا ہے کیونکہ آپ جس امام کی تقلید کرتے ہیں اس کا فرمان یہی ہے، آپ صحابہ کرام کی اقتداء کرتے ہوئے نہیں بلکہ امام کی بات مانتے ہوئے بیس پر

عامل ہیں، اگر خدانخواستہ امام صاحب نے بیس کا قول اختیار نا فرمایا ہوتا تو آپ ہزار تاویل کر کے امام صاحب کی بات کو صحیح اور بیس کو غلط قرار دیتے۔

آپ نے یہ کیا لکھا۔

''اجلہ صحابہ کی مخالفت کر کے یوں کہے کہ بیس رکعت کا ثبوت نہیں ہے۔'' صفحہ ۶

محترم!

کس نے انکار کیا ہے کہ امت میں کسی نے بیس رکعت تراویح نہیں پڑھیں۔ انکار اس بات کا کرتے ہیں کہ بیس رکعت تراویح کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح حدیث سے نہیں ہے۔ اور اس میں کیا شک ہے آپ نے جو ثبوت فراہم کیے قطع نظر ان کی صحت کے وہ رسول کے سوا دیگر لوگوں کے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک بھی ثبوت صحیح حدیث سے نا آپ نے پیش کیا اور نا پیش کر سکتے ہیں۔

محترم! نا تمام صحابہ اور نا سواد اعظم کا اس بات پر اتفاق ہے کہ بیس رکعت سنت رسول ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہہ سکتے ہو کہ بیس رکعت پڑھنا بھی جائز ہے اور بس ائمہ اربعہ سے بیس کا دعویٰ بھی باطل ہے جس کو ہم آئندہ ثابت کریں گے، ہم پھر کہتے ہیں ''بیس رکعت کا سنت رسول ہونا'' دلیل کا محتاج ہے اور کوئی دلیل بیس پڑھنے والوں کے پاس اس بات کی نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بیس رکعت تراویح پڑھی ہیں۔

جو یہ کہتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیس رکعت کا ثبوت ہے اور بیس رکعت پر اجماع ہو گیا اس کو شاید اللہ کا ڈر نہیں ہے۔

کیا بیس رکعت تراویح پر کوئی صحیح مرفوع روایت موجود ہے؟

ناظرین کرام!

مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب نے جس طرح لولے، لنگڑے طریقہ سے اجماع کا دعویٰ کیا تھا اس سے بھی کہیں بدتر، کمزور اور بودے طریقہ پر اب وہ یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ بیس رکعت تراویح پر بعض مرفوع روایات ہیں۔ لیکن داد دیجئے مفتی صاحب کی شاطرانہ چال کی کہ موصوف نے عنوان میں بعض مرفوع روایات تو لکھا مگر صحیح مرفوع روایات نہیں لکھا کیونکہ ذخیرہ حدیث میں اگر ایک بھی صحیح صریح مرفوع روایت موجود ہوتی تو قاسمی صاحب سے بہت پہلے علماءِ احناف کو مل چکی ہوتی لیکن جس چیز کا وجود ہی نہیں وہ ملے کہاں مجبور ہو کر بیچارے قاسمی صاحب نے ایک ایسی حدیث کا سہارا لیا ہے جو تمام محدثین کرام اور اُن علماء احناف کے نزدیک جو حدیث سے شغف رکھتے ہیں متفقہ طور پر باطل منکر اور ضعیف ہے۔

مفتی صاحب کی پیش کردہ حدیث نمبر ۱

(۱) عن ابن عباسٍ أنّ رسول الله صلى الله عليه وسلم كان يصلي في رمضان عشرين ركعة والوتر. (مصنف ابن أبي شيبة ۲/ ۳۹٤، جديد ٥/ ۲۲٥ برقم: ۷۷۷٤، المعجم الكبير للطبراني ۱۱/ ۳۱۱، حديث: ۱۲۱۰۲)	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے، اور الگ سے وتر پڑھتے تھے۔

حدیث آپ نے ملاحظہ فرمالی، قاسمی صاحب نے اس کی سند نقل نہیں فرمائی لیکن آپ کو ہم بتاتے ہیں۔ مصنف ابن ابی شیبہ میں اس کی سند یوں ہے۔

حدثنا يزيد بن هارون قال : انا ابراهيم بن عثمان، عن الحكم عن مقسم عن ابن عباس، الخ (163/2)

اس حدیث کا درجہ:

ضعیف جدا لا یصلح للاستدلال ولا للاستشهاد ولا للاعتبار فانه مداره علی ابی شیبة ابراهیم بن عثمان، وهو متروك الحدیث کما فی التقریب۔ قال الزیلعی فی نصب الرایة : هو معلول بابی شیبه ابراهیم بن عثمان وهو متفق علی ضعفه ثم انه مخالف للحدیث الصحیح عن ابی سلمه بن عبدالرحمن انه سال عائشه۔

ترجمہ :۔ یہ حدیث سخت ضعیف ہے استدلال، استشہاد اعتبار کسی کے بھی لائق نہیں کیونکہ اس کا مدار ابوشیبة ابراہیم بن عثمان پر ہے اور وہ محدثین کے نزدیک متروک راوی ہے جیسا کہ تقریب میں ہے امام زیلعی حنفی نصب الرایة میں فرماتے ہیں یہ حدیث ابوشیبة ابراہیم بن عثمان کی وجہ سے معلول ہے محدثین اس کے ضعف پر متفق ہیں۔

پھر یہ حدیث اس صحیح حدیث کے مخالف بھی ہے جس کو ابوسلمة بن عبدالرحمٰن نے روایت کیا ہے کہ انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا۔

مفتی صاحب کی پیش کردہ حدیث نمبر ۲

(۲) عن ابن عباسؓ کان النبی صلی اللہ علیه وسلم یصلّی فی شهر رمضان فی غیر جماعة بعشرین رکعة والوتر. (السنن الکبری للبیهقی ٤/ ٦٠ رقم: ٤٦٢٠)	حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رمضان المبارک میں بغیر جماعت کے بیس رکعت تراویح پڑھتے تھے اور الگ سے وتر پڑھتے تھے۔

دوسری حدیث جو موصوف نے نقل فرمائی ہے وہ سنن کبریٰ کی ہے اس کی سند بھی نقل نہیں کی اس کی سند یوں ہے۔

”انبا ابوسعد المالینی ۔ حدثنا احمد بن عدی الحافظ ثنا عبد اللّٰه بن محمد ابن عبدالعزیز حدثنا منصور بن ابی مزاحم حدثنا ابوشیبة عن الحکم عن مقسم عن ابن عباس الخ۔

علامہ بیہقی نے سنن میں اس حدیث کے ذکر کے بعد فرمایا۔

تفرد به ابوشبية ابراهيم بن عثمان العبسى الكوفى، وهو ضعيف۔

گویا کہ مصنف ابن ابی شیبہ کی روایت ہو یا سنن کبریٰ کی دونوں کا دارومدار ایک ہی راوی پر ہے اور وہ ہے ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان العبسی الکوفی۔

اس طرح یہ دونوں روایتیں درحقیقت ایک ہی روایت ہے، قاسمی صاحب نے یا تو جان بوجھ کر ایک حدیث کو دو بنانے کی سعی نامشکور فرمائی ہے یا انجانے میں ان سے ایسا ہوا ہے۔

غالب گمان یہی ہے کہ انہوں نے عوام کو دھوکہ دینے کے لئے ایک کو دو بنانے کی کوشش کی ہے، شاید انہوں نے کسی اور کتاب میں یہ حدیث تلاش نہیں کی ورنہ وہ اس ایک حدیث کو متعدد احادیث باور کرادیتے، کیونکہ یہ متعدد اور کتابوں میں بھی منقول ہے لیکن مدار سب کا ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان پر ہے۔ ہمارے اس گمان کی تائید اس سے ہوتی ہے کہ انہوں نے سنن بیہقی سے یہ روایت نقل تو فرمائی مگر امام بیہقی نے جو اس حدیث پر کلام کیا ہے اور بتایا ہے کہ یہ قابل استدلال نہیں اس کو کلی طور پر ہضم کر گئے۔ اگر ان کے دل میں انصاف ہوتا اور وہ واقعی تحقیقی جائزہ پیش کر رہے تھے تو امام بیہقی کا فرمان اس حدیث کے بارے میں کیا ہے اس کو ضرور نقل کرتے نیز دیگر محدثین کرام نے اس حدیث پر اور اس کے راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان پر کیا کلام کیا ہے ضرور نقل کرتے۔ لیکن نا ان کے دل میں انصاف ہے اور نا وہ تحقیقی جائزہ پیش کرنا چاہتے ہیں، ان کو صرف فرقہ بندی کو مضبوط کرنا تھا لہٰذا انہوں نے ایک سخت ضعیف حدیث کو دو الگ الگ کتابوں کے حوالے سے لکھ کر بظاہر یہ تاثر دیا کہ بیس رکعت پڑھنے والے دیوبندیوں کے پاس بھی کوئی ثبوت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ کے رسول نے بیس رکعت تراویح پڑھی تھیں۔

حقیقت کیا ھے؟

ناظرینِ کرام!

حقیقت یہ ہے کہ کتب حدیث میں کوئی ایسی صحیح روایت موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ اللہ کے رسول نے یا حضرت ابوبکر صدیق یا عمر فاروق نے بیس رکعت کا حکم دیا ہو یا بیس رکعت تراویح پڑھی ہوں، اسی طرح دیگر خلفاء کے بارے میں بھی کوئی روایت صحیح ثابت نہیں ہوسکی۔ یہ الگ بات ہے کہ کچھ لوگ خلفاء راشدین کے زمانوں میں بیس یا اس سے زیادہ پڑھتے تھے۔ لیکن ظاہر ہے بحث کا موضوع یہ ہے ہی نہیں، بحث کا موضوع تو یہ ہے کہ اللہ کے رسول نے کتنی رکعت تراویح پڑھی ہیں، جب ہمارے ان دیوبندی عقلمندوں کو کوئی صحیح روایت اس قسم کی ملتی نہیں تو وہ اس کی کمی اس طور پر پوری کرتے ہیں کہ لایعنی اور غیر ثابت دعوے کرنے لگتے ہیں۔ کبھی کہتے ہیں: بیس رکعت پر اجماع ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق نے بیس کا حکم دیا تھا۔ اور سارے صحابہ نے اس کو مان لیا تھا لہٰذا یہ اجماع ہوا حالانکہ آج تک نا وہ یہ ثابت کرپائے کہ بیس رکعت تراویح رسول سے بسند صحیح ثابت ہے اور نا یہ کہ بیس رکعت تراویح پر اجماع ہے، اسی طرح آج تک کوئی مقلد بسند صحیح یہ ثابت نہیں کرپایا کہ حضرت عمر نے بیس کا حکم دیا تھا بلکہ اس کے خلاف صحیح احادیث موجود ہیں۔

بہرحال۔ آیئے ذرا قاسمی صاحب کی پیش کردہ دونوں احادیث کا مرکزی راوی کیسا ہے اس کو محدثین کی عدالت میں لے جاکر فیصلہ کراتے ہیں۔

ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان بن خواستی العبسی مولاہم قاضی واسط محدثین کی عدالت میں۔

(۱) امام احمد بن حنبل،	وہ ضعیف ہے	عن ابوبکر المروزی۔
(۲) امام احمد بن حنبل	منکر الحدیث ہے	عن ابوطالب
(۳) یحییٰ بن معین	ضعیف ہے۔	
(۴) یحییٰ بن معین	وہ ثقہ نہیں ہے۔	
(۵) امام بخاری	محدثین نے اس کو نا قابل ذکر قرار دیا۔	
(۶) امام ابوداؤد	وہ ضعیف الحدیث ہے۔	
(۷) امام ترمذی	وہ منکر الحدیث ہے۔	
(۸) امام ابوحاتم	وہ ضعیف الحدیث ہے	
	محدثین نے اس کو قابل ذکر نہیں گردانا۔	
	محدثین نے اس کی احادیث کو ترک کر دیا۔	

۹۔ معاذ العنبری کہتے ہیں۔

میں نے امام شعبہ سے خط لکھ کر ابوشیبہ کے بارے میں پوچھا کیا اس سے حدیث لینا درست ہے امام شعبہ اس وقت بغداد میں تھے انہوں نے مجھے جواباً لکھا اس سے روایت لینا درست نہیں تم اس کی حدیث نا لو، وہ ایک ناپسندیدہ شخص ہے۔ اور یہ خط پڑھنے کے بعد پھاڑ دینا۔

(۱۰) ابن سعد	وہ حدیث میں ضعیف ہے۔

(۱۱)دار قطنی وہ ضعیف ہے۔

(۱۲)ابن المبارک اس کو پھینکو۔

(۱۳)علامہ زیلعی حنفی وہ ضعیف ہیں۔

(۱۴)علامہ ابن الھمام حنفی وہ بالاتفاق ضعیف ہے۔

(۱۵)علامہ بدرالدین عینی امام شعبہ نے ان کی تکذیب کی ہے امام احمد ابن معین بخاری ونسائی وغیرہ نے اس کی تضعیف کی ہے اور اس کی منکر روایات کے لیے بطور دلیل اسی حدیث کو امام عدی نے کامل میں پیش فرمایا ہے۔

(۱۶)علامہ ابوالطیب محمد بن عبدالقادر السندھی الحنفی ۔وہ ضعیف ہیں۔

(۱۷)امام ذہبی وہ ضعیف ہیں۔

(۱۸)علامہ ابوالحسنات عبدالحیٔ فرنگی محلی وہ باتفاق ضعیف ہیں۔

(۱۹)امام جلال الدین سیوطی یہ حدیث سخت ضعیف ہے قابل حجت نہیں۔

اس کے علاوہ بھی محدثین کرام نے اس حدیث اور اس کے مرکزی راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان کو ضعیف اور نا قابل حجت قرار دیا ہے ایسی روایت کو استدلال میں پیش کرنا جبکہ تمام اجلہ علماء احناف اس کو ضعیف بتا چکے ہیں مفتی شبیر قاسمی کی بے چارگی کی دلیل ہے، ہم کو شک نہیں یقین ہے کہ محدثین کرام کے ان اقوال سے قاسمی صاحب بخوبی واقف ہیں۔لیکن مجبوری ان کی یہ ہے کہ وہ اپنے دیوبندی مسلک کی حمیت میں ان تمام اقوال سے اندھے بہرے بنے ہوئے ہیں اور ایک ایسی بات کو ثابت کرنا چاہتے ہیں جس کو تمام علماء ومحدثین ناکارہ، نا قابل استدلال اور غلط بتا چکے ہیں کیا کریں مجبوری ہے۔

سچ بات جانتے ہیں مگر مانتے نہیں
ضد ہے جناب شیخ فضیلت مآب ہیں

ان دونوں روایات کی حقیقت آپ پر ظاہر ہو چکی ہے، علامہ بدرالدین عینی شارح بخاری کا یہ قول بھی آپ کی نظر سے گزرا ہوگا کہ امام شعبہ نے اس کو جھوٹا بتایا ہے۔ امام سیوطی نے ودیگر محدثین کا یہ قول بھی آپ نے پڑھا ہے کہ یہ حدیث ناقابل حجت ہے پھر بھی قاسمی صاحب کا یہ کہنا۔

''ان دونوں حدیثوں کو اگر چہ صحیح کا درجہ حاصل نہیں۔ لیکن موضوع بھی نہیں ہے، ان کو اجماع صحابہ کی تائید کے لئے لانے میں کوئی اشکال نہیں۔''

(بیس رکعت تراویح کا ثبوت صفحہ ۷)

ناظرین غور فرمائیں !

قاسمی صاحب کو یہ تسلیم ہے کہ ان دونوں حدیثوں کا درجہ صحیح کا نہیں ہے لیکن وہ ایک دوسرے غلط دعوے کے لئے اس کو پیش کر رہے ہیں، اس کا صاف مطلب ہے کہ قاسمی صاحب کو خوب معلوم ہے کہ اجماع کا دعویٰ بھی اسی طرح بے دلیل ہے جس طرح بیس رکعت تراویح کا دعویٰ اللہ کے رسول سے بے دلیل ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ایک غلط بات کو دوسری غلط بات سے تقویت پہنچائی جا سکتی ہے۔ شاید انہوں نے یہ نہیں پڑھا ؎

خفتہ را خفتہ کے کند بے دار

اگر ایک سوتا ہوا شخص دوسرے سوتے ہوئے کو بیدار کر سکتا ہے۔ ایک ڈوبنے والا شخص دوسرے ڈوبنے والے کو پار لگا سکتا ہے، ایک گمراہ دوسرے گمراہ کو راہ راست بتا سکتا ہے۔ تو یقیناً مولوی قاسمی کا ایک غلط دعویٰ دوسرے غلط دعوے کو ثابت کر سکتا ہے اور اگر ایسا نہیں اور ہرگز نہیں تو اس سخت ضعیف اور نا قابل حجت حدیث سے جس کے ضعف پر سب کا اتفاق ہے ہرگز بے بنیاد اجماع کی تائید ممکن نہیں۔ اور اس طرح قاسمی صاحب کی دونوں بنیادیں زمیں بوس ہو چکی ہیں اب وہ کوئی اور سہارا تلاش کریں۔ جاہلوں کو مطمئن کرنے کے لئے وہی ان کو کام دے گا اور وہ ہے،

ہم مقلد ابو حنیفہ رحمہ اللہ ہیں ہمیں، دلیل سے کیا لینا دینا، ہمارے لیے قول امام ہی کافی ہے۔ امام صاحب کے پاس ضرور کوئی دلیل رہی ہوگی۔ بس یہی الا پئیے اور اسی پر عوام کو ثابت قدم رکھئے، دلائل کی خاردار جھاڑی میں دامن پھنسانا آپ کے لئے نامفید ہے اور نا ہی ممکن۔

علامہ ابن تیمیہ اور بیس رکعت تراویح

مفتی شبیر احمد دیوبندی کی بے چارگی :

ناظرین کرام!

مفتی شبیر احمد قاسمی آف مدرسہ شاہی نے فرمایا۔

"شیخ الاسلام ابن تیمیہ علیہ الرحمہ کے تفردات کو غیر مقلدین اپنے لیے فخر کی چیز سمجھتے ہیں۔"

جواب : اور دیو بندی ناک، بھوئیں چڑھا کر لعن طعن بھیجتے ہیں، جب اپنی بات کی تائید ہوتی نظر آتی ہے تو یہ لوگ موصوف کو شیخ الاسلام جیسے عظیم لقب سے ملقب کرنے میں بھی باک محسوس نہیں کرتے اور اگر موقعہ دوسرا ہو تو ان کو اہل سنت سے خارج باغی اور خاطی بھی کہہ دیتے ہیں، ان لوگوں کی اس موقع پرستی کا تجربہ جن لوگوں کو ہے وہ تو ان کی باتوں کو خوب سمجھتے ہیں لیکن جو ان کے جبہ وہ دستار، گفتار و کردار کی تلون مزاجی سے واقف نہیں وہ بیچارے بار بار دھوکہ کھا جاتے ہیں۔

مفتی قاسمی صاحب کا یہ کہنا کہ علامہ ابن تیمیہ کے تفردات کو غیر مقلدین اپنے لیے باعث فخر چیز سمجھتے ہیں۔" یہ ان کے دلی غیض وغضب کا اظہار ہے اور اشارہ ان کا طلاق ثلاثہ کے موضوع کی طرف ہے جس کے بارے میں یہ حضرات شرارتاً یہ پروپیگنڈے کرتے رہتے ہیں کہ یہ علامہ ابن تیمیہ اور ان کے شاگرد علامہ ابن القیم کے تفردات میں سے ہے اور اسی کو اہلحدیث حضرات نے تقلیداً لے لیا ہے۔ حالانکہ یہ محض ان حضرات کا گمراہ کن پروپیگنڈہ ہے اور حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

شبیر احمد قاسمی صاحب نے علامہ ابن تیمیہ کو اپنے موقف کا ہمنوا قرار دیا ہے۔
اور ادھوری عبارت نقل کر کے یہ تاثر دیا ہے کہ جو موقف دیوبندیوں کا ہے وہی موقف علامہ ابن تیمیہ کا ہے حالانکہ دونوں کے موقف میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

دیوبندی تقلیدی طور پر بیس رکعت کو لازم و ضروری خیال کرتے ہیں اس سے زیادہ یا اس سے کم کا تصور بھی ان کے یہاں غلط اور خلاف اجماع ہے۔ جبکہ علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں ایک جگہ تین مذاہب کا ذکر کیا بیس رکعت، انتالیس رکعت، آٹھ رکعت اور بحث کے آخر میں فرمایا، والصواب ان ذلك جميعه حسن ۔'' فتاویٰ (112/23) یعنی یہ سب اقوال درست اور صحیح ہیں۔

کہاں یہ توسع اور کہاں وہ تحجر اور تنگی جو دیوبندیت کا نشان امتیاز بن گیا ہے۔

اب آیئے ہم آپ کو علامہ ابن تیمیہ کی بات سناتے ہیں اور بتاتے ہیں کہ دیوبندی مفتی شبیر احمد قاسمی نے کس طرح علامہ ابن تیمیہ کی عبارت کو آدھا ادھورا نقل کر کے اپنی من مانی اور حقیقت پر پردا ڈالنے کی کوشش کی ہے۔

مفتی قاسمی کی پیش کردہ عبارت :

(۲) فلما كان ذلك يشق على الناس قام بهم أبي بن كعب في زمن عمر بن الخطابؓ عشرين ركعة، ويوتر بعدها ويخفف فيها القيام الخ. (فتاوى شيخ الإسلام ابن تيميه ۳۲/۱۲۰)

علامہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ جب لوگوں کو طول قیام دشوار ہوا تو حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھانے کے لئے کھڑے ہو گئے، اور اس کے بعد الگ سے وتر بھی پڑھاتے تھے، اور اس میں مختصر قیام فرماتے تھے۔

اب آیئے دیکھئے فتاویٰ میں اصل عبارت کیا ہے۔

"وكان النبى صلى الله عليه وسلم قيامه بالليل هو وتره يصلى بالليل فى رمضان وغير رمضان احدى عشره ركعة اوثلاث عشره ركعة لكن كان يصلها طوالا۔ فلما كان ذالك يشق على الناس قام بهم ابى بن كعب فى زمن عمر بن الخطاب عشرين ركعة يوتر بعد ها ويخفف فيها القيام فكان تضعيف العدد عوضا عن طول القيام۔ وكان بعض السلف يقوم باربعين ركعة فيكون قيامها اخف ويوتر بعدها بثلاث .وكان بعضهم يقوم بست وثلاثين ركعة يوتر بعدها۔

ترجمہ : اورآپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اللیل جوآپ رمضان اور غیر رمضان میں کرتے یہ آپ کی رات کی نماز ہوتی تھی: گیارہ رکعت یا ۱۳ رکعت، لیکن آپ یہ رکعات لمبی لمبی پڑھتے تھے۔حضرت عمر بن الخطاب کے زمانہ میں جب یہ طویل قیام لوگوں کے لیے باعث مشقت ہونے لگا تو حضرت ابی بن کعب نے بیس رکعت پڑھانی شروع کیں اوراس کے بعد وتر پڑھتے، ان بیس رکعات میں ہلکا قیام فرماتے آٹھ کی جگہ بیس گویا طویل قیام کے بدلے رکعات کا اضافہ کرلیا گیا تھا۔

اسی غرض سے بعض سلف چالیس رکعت پڑھتے تھے تو ان کا قیام بنسبت بیس کے اور ہلکا اور آسان تھا وہ بھی آخر میں تین وتر پڑھتے تھے۔

اور بعض سلف چھتیس رکعت پڑھتے تھے اور پھر اس کے بعد وتر ادا کرتے۔

(120/23) مجموع الفتاویٰ لابن تیمیہ۔

ناظرین کرام!

دونوں عبارتوں کو بغور ملاحظہ فرمالیں اور دیکھیں ہمارے مفتی صاحب کی کارستانی آدھی ادھوری عبارت نقل کر کے مطلب برآری کر لی اور اس ڈر سے کہ کہیں اپنا بھانڈا نا پھوٹ جائے پوری عبار نقل نہیں کی، آیئے ہم آپ کو بتاتے ہیں۔ مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب نے اپنے کتابچہ میں دو دعوے کیے تھے۔ بیس رکعت پر صحابہ کرام کا اجماع ہے اس سے کم زیادہ کرنا اجماع کی مخالفت ہے۔

دوسرا دعویٰ۔ اللہ کے رسول نے بیس رکعت تراویح پڑھی تھی۔ علامہ ابن تیمیہ کی اس عبارت میں دونوں دعوؤں کی قلعی کھل گئی اور مفتی صاحب کی ساری محنت اکارت چلی گئی۔ کیونکہ علامہ ابن تیمیہ نے اس عبارت میں صاف طور پر چار باتیں بڑی وضاحت سے فرمادی ہیں۔

۱۔ اللہ کے رسول گیارہ اور کبھی ۱۳، رکعت پڑھا کرتے تھے۔

۲۔ اللہ کے رسول کا قیام لمبا اور تھکا دینے والا ہوتا تھا۔ اس سے گھبرا کر بعد کے زمانہ میں لوگوں نے طویل قیام کو طویل رکعتوں سے بدل دیا۔ دس کا دگنا، بیس، اور بعض نے چالیس رکعت پڑھیں یعنی بیس سے بھی ہلکی، بعض نے چھتیس پڑھیں یہ سب آسانی کے لیے کیا گیا۔

۳۔ یہ کہنا کہ بیس پر اجماع ہو گیا غلط ہے کیونکہ چالیس اور چھتیس رکعت بعد ہی میں پڑھی گئیں جو اس بات کی دلیل ہے کہ اجماع نہیں ہوا تھا اور نا کوئی بیس پر اجماع کو مانتا تھا اگر مانتے ہوتے تو چالیس یا چھتیس پڑھ کر اجماع کی مخالفت نا کرتے۔

۴۔ رکعتوں کی تعداد بڑھانے کے پیچھے عبادت کا ذوق و شوق یا زیادہ عبادت کرنا

مقصود نہ تھا۔ آٹھ رکعت میں کم از کم ایک پارہ پڑھنا دشوار تھا بنسبت بیس کے، بیس میں آسانی تھی تو بیس رکعت آسانی کے لیے پڑھی گئیں اسی طرح چھتیس پڑھنے والوں نے مزید آسانی کے لئے تعداد رکعات بڑھائیں ان سے بھی زیادہ آسانی کے طلبگار وہ رہے جنہوں نے چالیس پڑھی ہیں۔ اب دیوبندیوں کا یہ بہتان عام لوگوں کو بہتان ہی لگنا چاہئے کہ اہلحدیث آسانی کے لئے آٹھ رکعت پڑھتے ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ کی دوسری عبارت قاسمی صاحب لکھتے ہیں:

(۲) والأفضل يختلف باختلاف أحوال المصلين، فإن كان فيهم احتمال لطول القيام فالقيام بعشر ركعات وثلاث بعدها كما كان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي لنفسه في رمضان وغيره هو الأفضل، وإن كانوا لا يحتملونه، فالقيام بعشرين هو الأفضل، وهو الذي يعمل به أكثر المسلمين، فإنه وسط بين العشر وبين الأربعين. (فتاوى شيخ الإسلام ابن تيميه ۳۲/ ۱۲۰)

افضلیت لوگوں کے احوال کے اختلاف کی وجہ سے مختلف ہوتی ہے، اگر لوگوں میں طول قیام کی وجہ سے مشقت کا احتمال ہے تو دس رکعت تراویح اور تین رکعت وتر پڑھے، جیسا کہ حضور رمضان اور غیر رمضان میں اپنے طور پر کیا کرتے تھے، جو کہ ایک افضل عمل ہے، اور اگر لوگوں میں طول قیام کی دشواری کا احتمال نہ ہو تو بیس رکعت تراویح ہی زیادہ افضل ہے، اور یہی عمل ہے جس پر اکثر مسلمانوں نے عمل کیا ہے؛ اس لئے کہ یہ عمل دس اور چالیس کے درمیان میں ہے، جس کو "خیر الأمور أوساطها" کہا جا سکتا ہے۔

عبارت آپ نے پڑھ لی۔ ترجمہ قاسمی صاحب نے اتنا ناکارہ کیا ہے کہ بات سمجھ میں نہیں آئی علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔

اگر بات افضل کون سا عمل ہے اس کی، کی جائے آٹھ رکعت، بیس رکعت یا چالیس رکعت، تو جواب یہ ہوگا کہ اس کا دارومدار پڑھنے والوں پر ہے۔ اگر تراویح

پڑھنے والوں میں طویل قیام کو برداشت کرنے کی طاقت ہے تو دس رکعت تراویح اور تین وتر افضل ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھا۔

اور اگر تراویح پڑھنے والوں میں لمبے قیام کی برداشت نا ہو تو بیس رکعت پڑھنا افضل ہے جو اکثر مسلمانوں کا عمل ہے اور دس اور چالیس میں درمیانہ عمل ہے اور اگر چالیس رکعت پڑھے یا اس سے کم یا زیادہ پڑھے تو یہ سب سورتیں جائز ہیں اور ان میں کوئی صورت مکروہ نہیں۔

یہ بات متعدد ائمہ نے فرمائی ہے جیسے امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ

ناظرینِ کرام !

قاسمی صاحب نے اس عبارت کے آخر میں بھی کچھ عبارت حذف کر دی تھی ہم نے پوری عبارت کا ترجمہ کر دیا ہے۔

اب آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ قاسمی صاحب کے لیے علامہ ابن تیمیہ کی عبارات کہاں تک مفید ہیں۔

علامہ ابن تیمیہ کے موقف میں اور دیوبندی موقف میں زمین و آسمان کا فرق ہے یہ بیس پر ایسے اڑے ہیں کہ ان کو آگے پیچھے کچھ دکھائی نہیں دیتا اور علامہ ابن تیمیہ آٹھ سے لے کر چالیس تک سب کی اجازت دیتے ہیں سب کو اچھا اور بہتر بتاتے ہیں۔ بیس کا قول، چھتیس، یا چالیس کا قول ان کے نزدیک کمزور اور ضعیف لوگوں کے لیے ہے اور وہ یہ بھی صراحت کرتے ہیں کہ اللہ کے رسول گیارہ یا ۱۳ ہی پڑھا کرتے تھے۔ آسانی کے لئے لوگوں نے رکعات بڑھا لیں تا کہ تکان لاحق نہ ہو۔

ظاہر ہے کہ ان تمام عبارات سے قاسمی صاحب کا موقف صحیح نہیں غلط ثابت ہوتا ہے، نا بیس فعل رسول قول رسول یا تقریر رسول سے ثابت ہے اور نا ہی وہ اجماع سے ثابت ہے بلکہ آسانی کے لئے لوگوں نے بیس رکعت کرلیں تھیں۔ اصل سنت رسول گیارہ یا تیرہ ہی ہے جو رسول پڑھتے تھے۔

اگر کوئی آسانی کے لیے زیادہ پڑھے بیس، چھتیس، چالیس یا زیادہ تو نفل ہونے کے سبب اس کی گنجائش ہے اور اس کو غلط نہیں کہہ سکتے۔ یہ بات ہے جس کو علامہ ابن تیمیہ نے متعدد جگہ اپنے فتاویٰ میں نقل کیا ہے اس سے اہلحدیث موقف کی تائید ہوتی ہے نا کہ دیوبندی موقف کی۔

مولوی قاسمی دیوبندی کی بے بسی

کتابچہ کے آخر میں قاسمی صاحب نے ایک عنوان لگایا ہے۔

''آٹھ رکعت تراویح سلف سے ثابت نہیں۔''

اور اس کے تحت انہوں نے تین سوال کئے ہیں، سوالوں ہی سے ان کی بے بسی اور بے چارگی ظاہر ہے اور لگتا ہے کہ وہ اپنا مقدمہ ہار چکے ہیں۔ محض دفع الوقتی کے لیے یہ سوالات اچھال رہے ہیں، آیئے ان کے ان سوالوں کا جائزہ لیں اور ان کو جواب بھی دیں۔ قاسمی صاحب لکھتے ہیں۔

غیر مقلدین سے یہ سوال ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے کے بعد صحابہ کرام اور سلف صالحین میں سے کن کن حضرات نے آٹھ رکعت تراویح باجماعت مسجد میں ادا کیں، کس سن میں کس شہر میں ذرا ثابت کریں؟ (بیس رکعت تراویح کا ثبوت صفحہ ۸)

ناظرین کرام!

قاسمی صاحب سوال کرتے ہیں حضرت عمر کے زمانہ کے بعد کیا آپ نے سمجھا وہ ایسا سوال کیوں کرر ہے ہیں کیونکہ وہ خود جانتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں اور اسی طرح عہد ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ میں اور اسی طرح پورے زمانہ رسالت میں، رسول صحابہ، صحابیات صرف آٹھ رکعت تراویح ہی پڑھتے تھے۔

پھر سوال میں یہ پوچھنا کن کن حضرات نے آٹھ رکعت تراویح باجماعت مسجد میں ادا کیں۔''

باجماعت مسجد میں کی قید آخر کیوں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ انفرادی طور پر لوگ آٹھ ہی پڑھتے رہے اس لیے مسجد میں باجماعت کی قید لگائی۔

اب آیئے ہم موصوف کو جواب دیں ان کے سوال کا۔

جواب: قاسمی صاحب ہم اس بکھیڑے میں کیوں پڑیں کہ کس کس نے کتنی پڑھیں؟ یہ سب کام تو آپ جیسے حضرات کے محبوب مشاغل ہیں آپ ان کا حساب کرتے رہیں۔

ہم نے جب رسول کو دیکھ لیا آپ کتنی رکعت پڑھتے ہیں۔

یہ بھی دیکھ لیا کہ آپ جب یہ نماز جماعت سے پڑھاتے ہیں تو آٹھ ہی پڑھاتے ہیں اور جب ہم نے یہ دیکھ لیا کہ خود صحابہ کرام بھی آٹھ ہی پڑھتے ہیں۔

''بیس رکعت تراویح'' کا وجود نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا اور نا

دورِ صدیقی میں، اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے جب صحابہ کو تراویح کی نماز باجماعت سے پڑھنے کا حکم دیا تو بھی آٹھ رکعت کا ہی حکم دیا۔ احادیث گزر چکی ہیں ملاحظہ فرمالیں۔

اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل وعمل کو چھوڑ کر، فعل صحابہ کو چھوڑ کر دورِ صدیقی کے عمل کو چھوڑ کر خود فاروق اعظم کے حکم کو چھوڑ کر بعد کے لوگوں کے قول وفعل کو دیکھتے پھرنا ان لوگوں کا عمل تو ہوسکتا ہے جو فکر وعمل میں ہرجائی ہوں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں دوسروں کو اہمیت دینے والے ہوں۔ رسول کا عمل جن کو اچھا نہ لگتا ہو۔ ان لوگوں کا عمل نہیں ہوسکتا جو رسول کا کلمہ پڑھیں اور آپ کی فرمانبرداری کا اقرار کریں اور ''اطیعوا اللّٰہ واطیعوا الرسول" کے معنیٰ ومطلب کو سمجھ کر آپ کی اتباع کرتے ہوں۔ اور آپ ہی کی شفاعت کے متمنی ہوں، ہم نے کب یہ کہا ہے کہ کسی نے بیس رکعت تراویح نہیں پڑھیں، لوگوں نے بیس بھی پڑھیں چھتیں بھی بڑھیں انتالیس اور چالیس بھی پڑھیں پڑھنے والوں نے کب کتنی پڑھیں اس سے بحث ہی نہیں ہے بحث تو یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنی پڑھیں؟ صحابہ کو جب تین رات جماعت سے پڑھائیں تو کتنی رکعت پڑھائیں؟ صحابہ کتنی پڑھتے تھے عہد صدیق اکبر میں اور جب حضرت عمر فاروق نے ابی بن کعب اور تمیم داری کو جماعت سے تراویح پڑھانے کا حکم دیا تو کتنی رکعت پڑھانے کا حکم دیا؟ ظاہر ہے ان تمام سوالوں کا جواب یہی ہے کہ آٹھ رکعت۔

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ آپ نے بیس نہیں پڑھیں تو صرف بیس پر اصرار کرنا اور جو آپ نے پڑھیں آٹھ ان کے پڑھنے والوں کو لعن وطعن کرنا کیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں دوسروں کو اہمیت دینا نہیں ہے اور کیا یہ کسی ایسے مسلم کے لئے جائز ہے جو رسول سے محبت کا دعویٰ کرتا ہو اور آپ کی فرماں برداری کا دم بھرتا ہو۔

قاسمی صاحب------آخر آپ کو ہوا کیا ہے آپ کو تقلید رجال، اتباع رسول سے اچھی کیوں لگتی ہے۔ رسول کے عمل کے مقابلہ میں عمل رجال کیوں اچھا لگتا ہے۔ آخر آپ کی ساری توجہ عمر فاروق کے زمانہ کے بعد کے عمل پر کیوں ہے کیوں آخر آپ رسول کے زمانہ کو نہیں دیکھتے صدیق اکبر کے زمانہ کو نہیں دیکھتے خود عمر فاروق کے عمل کو کیوں نہیں دیکھتے۔ کیا یہ زمانے اس لائق نہیں کہ ان کے عمل کو معیار بنایا جائے۔

افسوس ہے آپ پر اور آپ کے مقلدوں اور مریدوں پر کہ ان کا نا صرف مزاج بگڑ گیا ہے بلکہ آپ نے اور آپ کے مریدوں نے اپنا قبلہ بدل لیا ہے، آپ کی زبان آپ کا قلم آپ کی سرگرمیاں اور آپ کی کوششیں رسول کے مقابلے میں دوسروں کی نصرت وحمایت میں سرگرم ہیں مگر آپ کو احساس تک نہیں کہ آپ کیا کر رہے ہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا

کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اقبالؔ

قاسمی صاحب کا دوسرا سوال :

نیز بیس رکعت تراویح پر سلف صالحین میں سے کس نے نکیر فرمائی ہے۔

جواب :

محترم بیس رکعت تراویح کو سنت رسول نہ پہلے کسی نے کہا اور نہ اس کی تغلیط کی ضرورت پڑی، اگر آپ یہ ثابت کردیں کہ سلف میں کسی نے بیس رکعت کو سنت رسول بتایا تو ہم بھی آپ کو یہ بتادیں گے کہ کس نے انکار کیا، یہ غلط دعویٰ تو دیوبندی مقلدوں نے آج کرنا شروع کیا ہے جس کی تردید کی ضرورت لوگوں کو محسوس ہوئی۔ دیوبندیوں سے قبل کے علماء احناف بھی بیس رکعت کو سنت رسول نہیں بتاتے تھے۔ چنانچہ علماء احناف میں مشہور ترین فقیہ، کمال الدین محمد بن عبدالواحد السیواسی المعروف با بن الھمام الحنفی المتوفی 681ھ اپنی مشہور کتاب فتح القدیر، شرح الھدایہ میں فرماتے ہیں۔

”فتحصل من هذا كله ان قيام رمضان سنة احدى عشرة ركعة بالوتر فى جماعة فعله صلى الله عليه وسلم، ثم تركه لعذر ، افاد انه لولا خشية ذلك لواظبت بكم -

ولاشك فى تحقيق الامن من ذلك بوفاته صلى الله عليه وسلم فيكون سنة وكونها عشرين سنة الخلفاء الراشدين، وقوله صلى الله عليه وسلم عليكم بسنتي وسنة الخلفاء الراشدين ندب سنتهم ولايستلزم كون ذالك سنة، اذ سنته بمواظبته بنفسه او الالعذر، وبتقدير عدم ذالك العذر، انما استفدنا انه كان يواظب على ماوقع منه وهو ماذكرنا۔

فتكون العشرون مستحبا،وذلك القدر منها هو السنة كالاربع بعد العشاء مستحبة ، وركعتان منها هي السنة''

(فتح القدير لابن الهمام (486/1) مطبوعه ديوبند)

ترجمه : تفصیل مذکورہ بالا سے یہ بات واضح ہوئی کہ قیام رمضان سنت ہے اور وہ وتر کے ساتھ آٹھ رکعت ہیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کے ساتھ ادا فرمائی تھیں۔

لیکن بعد میں ایک عذر کے سبب جماعت سے ادا نہ فرمائیں۔

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اگر یہ عذر در پیش نا ہوتا تو آپ ضرور اس پر ہیشگی فرماتے۔آٹھ رکعت مع الوتر اور اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کی وفات سے یہ عذر جاتا رہا،لہٰذا تراویح سنت ہوئیں اور رہی بیس رکعت کی بات تو یہ خلفاء راشدین کی سنت ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لازم پکڑو میری سنت کو اور میرے خلفاء راشدین کی سنت کو۔آپ نے اس قول کے ذریعہ خلفاء کی سنتوں کی طرف رغبت دلائی۔لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ خلفاء کی سنت کو رسول کی سنت کہا جائے۔ کیونکہ آپؐ کی سنت تو وہی کہلائے گی جس پر آپ نے بنفس نفیس ہیشگی فرمائی ہو یا ہیشگی کسی عذر کے سبب ترک کی ہو اور جب ہم عدم عذر فرض کریں تو اس سے یہ ہی بات نکلتی ہے کہ اگر عذر نہ ہوتا تو آپ اتنی رکعت ہی پر ہیشگی کرتے جتنی کا ثبوت آپ سے پایا گیا اور جیسا کہ گزرا وہ گیارہ رکعت ہی ہیں۔

اس لیے بیس رکعت تراویح مستحب کہلائیں گی اور گیارہ رکعت مع الوتر سنت رسول۔

جیسے عشاء کے بعد چار رکعت کا معاملہ ہے کہ ان چار میں ۲ صرف سنت ہیں اور، دو مستحب ہیں۔

یہی بات صاحب البحر الرائق ابن نجیم الحنفی نے صاحب مرقاۃ ملا علی قاری نے علامہ طحطاوی، علامہ شامی صاحب الرد المحتار وغیرہ اجلہ علماء احناف نے فرمائی ہے۔

ناظرین کرام!

ایک بار علامہ ابن الھمام کی عبارت پر نظر ڈال لیں موصوف نے یہ بات پُر زور طریقہ پر مدلل لکھی ہے کہ بیس رکعت تراویح کو سنت کہنا غلط ہے اس کو مستحب یا سنت خلفاء کہہ سکتے ہیں سنت رسول صرف گیارہ رکعت مع الوتر ہے۔

جب آجکل کے دیوبندی مولوی اپنے اکابر علماء کی بات ماننے کو تیار نہیں ہماری کب مانیں گے بلا دلیل زبردستی کہے جاتے ہیں کہ بیس رکعت سنت رسول ہے۔

جب ماضی میں یا جس کو آپ زمانہ سلف کہہ رہے ہیں اس میں کسی نے بیس رکعت کو سنت رسول بتانے کی جسارت کی نہیں تو کوئی اس کا انکار کیسے کرتا۔ آپ لوگ زبردستی بیس رکعت کو سنت رسول بتاتے ہیں اس لئے علماء اہلحدیث کو آپ کی اس بات کی تغلیط و تردید کی ضرورت پڑی۔

قاسمی صاحب لکھتے ہیں۔

"غیر مقلدین جو اپنے آپ کو حجاز مقدس میں سلفی ثابت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں"

جواب :

قاسمی صاحب! اہلحدیث ہی اصلی سلفی ہیں ہندوستان میں بھی اور بلاد حجاز میں

بھی، ان کو جھوٹ موٹ سلفی بننے کی نا کل ضرورت تھی اور نا آج ہے۔ ایسی مکاریاں تو ہمارے دیوبندیوں کے ہی حصہ میں آئی ہیں اکابر نے ''شہاب ثاقب'' جیسی بہتانات وافترآت پر مبنی کتابیں لکھیں اصاغر اپنے کو سلفی ثابت کرنے پر بضد ہیں لیکن جب ماتریدی اور صوفی عقائد کی پول کھل جاتی ہے تو اس کا غصہ اہلحدثیان ہند پر اتارتے ہیں اور بے بنیاد الزامات تراشتے اور دشنام دہی سے یاد کرتے ہیں۔

ایک صاحب جن کا ابھی چند ماہ قبل انتقال ہوا۔ عاملہ اللہ بما یستحق۔ ایک بڑا پروجیکٹ بنا کر حجاز پہنچے کروڑوں روپیہ کا بجٹ، ناٹک کیا سلفی بننے کا جب راز کھل گیا اور پروجیکٹ منظور نہ ہوا تو ردفعل میں آ کر اہلحدیث دشمنی کو اپنا مشن بنایا سارے دیوبندیوں نے پیٹھ تھپتھپائی کام چل نکلا دھڑا دھڑ کتابیں آنے لگیں اور اتحاد بین المسلمین کے علمبرداروں نے موصوف کو ہیرو بنا دیا۔ الزامات بہتانات افترأت سے لے کر ایسے ایسے جھوٹ اور تماشے کیے کہ بڑوں بڑوں کو پیچھے چھوڑ دیا، لیکن موصوف کا کل سرمایہ تھا مولوی مہدی حسن صاحب کی کتابوں کا چربہ جو موصوف نے ماضی میں اہلحدیث دشمنی میں لکھی تھیں یا پاکستان میں اہلحدیث دشمنی میں اندھے اور مغالطہ دہی میں طاق چند مجانین تقلید کی افترا پردازیوں اور مغالطہ آمیز کتابوں کے چبے چبائے لقموں کی جگالی۔ اگر ہم تلامیذ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ ودیگر فقہاء احناف کے مسائل کو اچھالیں تو فوراً کہتے ہیں کہ یہ فقہ حنفی کے مرجوح غیر مفتیٰ بہا مسائل ہیں ان کی بنیاد پر فقہ حنفی پر اعتراض درست نہیں۔ اور خود ان مسائل کو لے کر ہڑ دنگ مچائیں جن سے اپنی برأت کا اظہار سو بار اہلحدیث کر چکے ہیں تو بھی شرم نہ آئے۔

نواب صدیق الحسن خاں صاحب ونواب وحید الزماں خاں صاحب کے تفردات نا

جماعت کے مسائل تھے اور نہ آج ہیں، بلکہ یہ وہ مسائل ہیں جو درحقیقت فقہ حنفی کے مسائل ہیں اوران حضرات کے ذہنوں میں اس وقت سے پیوست تھے جب وہ حنفی مذہب کواسلام کا متبادل سمجھتے تھے اوراس کی تائید ونصرت میں بڑھ چڑھ کر حصّہ لیتے تھے۔ دلیل کے طور پر ''احباب دیوبند کی جماعت اہلحدیث پر کچھ تازہ کرم فرمائیاں'' دیکھ لیجئے۔

دارالعلوم دیوبند کے ایک استاد جو کافی عرصہ سے اہلحدیث دشمنی کا فریضہ بحسن وخوبی نبھارہے ہیں ان کے ایک اشتہار کے جواب میں یہ کتاب یہ بات بتانے کے لئے کافی ہے کہ اہلحدیث پر کئے گئے اعتراضات درحقیقت فقہ حنفی پر اعتراضات ہی ہیں جو آج کے دیوبندی جان کر یا انجانے میں اہلحدیث پر کیچڑ اُچھالنے کے لئے کررہے ہیں۔ اور نتیجہ بقول کسے۔

کسے که تف زند ریشش بسوزد

اپنے گھر میں ہی آگ لگارہے ہیں۔

بہرحال اس کے لئے اور مواقع ہیں۔ ہم ایک بار پھر مولوی شبیر احمد قاسمی کی تحریر کی طرف آتے ہیں۔

مولوی صاحب لکھتے ہیں:

وہ کس ہمت اور جرأت کی بنا پر اجماع صحابہ اور خلفاء راشدین اور سلف صالحین کے خلاف آواز اُٹھارہے ہیں۔''

جواب: اس کی حقیقت ہم پہلے ہی کھول چکے ہیں پلٹ کر دیکھ لیں، جس اجماع کی دہائی آپ دے رہے ہیں حقیقت کی دنیا میں اس کا کہیں وجود نہیں اسی طرح خلفاء راشدین اور سلف صالحین کی دہائی بھی محض دفع الوقتی کا مشغلہ ہے جس کی حقیقت ہم ازیں قبل واضح کرچکے ہیں۔

حرمین میں بیس رکعت کیوں؟

قاسمی صاحب کا تیسرا سوال

لکھتے ہیں :

> نیز حرمین شریفین میں مسلسل ہر رمضان میں پابندی کے ساتھ بیس رکعت کیوں ہوتی ہیں؟

جواب : حرمین میں بیس رکعت ہوتی ہیں آپ جیسے ہٹیلے ضدی اور قرآن وسنت کے مقابلے اپنے مسلک اور رواج پر ایمان رکھنے والوں کے سبب۔

ہوا یوں کہ......... جب حرمین شریفین کو اللہ تعالیٰ نے اس کی کھوئی ہوئی عزت ومنزلت بحال کرنا چاہی جو مقلدوں نے سلب کر رکھی تھی خود حرم مکی میں باقاعدہ چار مصلے بنا کر ایک وقت میں چار چار جگہ نماز ہوتی تھی۔ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی اپنے اپنے مصلے پر اپنے وقت میں نماز پڑھتے، ایک مصلے پر نماز ہوتی رہتی دوسرے مصلے پر لوگ بیٹھے گپیں ہانکتے رہتے۔ جن مقلدوں نے اللہ کے گھر کو چار حصّوں میں بانٹ دیا تھا اور ہر ایک اپنی جگہ خوش تھا کہ وہی صحیح ہے۔ مصلی ابراہیمی جس پر نماز ادا کرنے کا حکم قرآن نے دیا۔ اور فرمایا۔

واتخذوا من مقام ابراهيم مصلّیٰ۔

مقام ابراہیم کو مصلی بناؤ۔ اس کی تعمیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ضروری خیال کی، ساری زندگی اس پر عمل کیا کرایا، خلفاء راشدین نے خود عمل کیا اور دوسروں سے کرایا بنوامیہ کے زمانہ میں خود چاروں اماموں کے زمانہ میں اسی پر عمل جاری وساری رہا۔

لیکن جب مقلدوں نے آپس میں خوں ریزی کو مقدس جہاد تصور کرلیا اور ایک دوسرے کو تہس نہس کرنے لگے اور بات یہاں تک پہنچی کے سلطان وقت کو ان لڑائیوں سے پیچھا چھڑانے کے لیے اور اس خوں ریزی کو بند کرانے کے لئے مساجد بانٹنی پڑیں۔ مدارس تقسیم کرنے پڑے، اوقاف کو الگ الگ کر کے دعویداروں کو سونپنا پڑا تو آخری تان یہاں ٹوٹی کے خانہ کعبہ میں بھی چار مصلے بنانے کی اجازت دے دی اور ان مقلدوں نے خانہ کعبہ اور مقام ابراہیم کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے باقاعدہ چار مصلے بنا ڈالے۔

نہیں سوچا کہ اس طرح سے ہم قرآن کی مخالفت کر رہے ہیں، حدیث کے حکم کو ٹال رہے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وخلفاء راشدین کی مخالفت کر رہے ہیں اماماِن دین وائمہ مجتہدین کے عمل کو ہم نے فراموش کر دیا ہے۔ تقلیدی نشہ اس قدر چڑھا ہوا تھا کہ یہ ساری باتیں انہیں نا بری لگیں اور نا ہی اس جرم عظیم کو انہوں نے کوئی گناہ کوتاہی یا غلطی جانا۔

اللہ کی غیرت جوش میں آئی اللہ نے سعودی حکومت کو (حرسها الله من شر حاسد اذا حسد) حرمین کی باگ ڈور تھمادی، تقلیدی ایوانوں میں زلزلہ آ گیا ہزاروں جھوٹ بول کر اس حکومت اور اس کے والیوں کو بدنام کیا، ان کو لامذہب کہا وہابی کہا، حرمین میں کالا چور کے نام سے رسالے لکھے احتجاجات کیلئے میٹنگیں کیں یہود ونصاریٰ سے مل کر سازشیں کیں مگر اللہ کے فضل وکرم سے ہوا کچھ بھی نہیں اللہ نے ان جھوٹوں کا منہ کالا کیا۔

اس حکومت کے آنے کے بعد شرک وبدعات کے مظاہر کو جس طرح حرمین سے نکالا گیا اسی طرح ان چار مصلوں کی چودھراہٹ بھی ختم کی گئی، ایوانِ تقلید پر بجلی بن کر گرنے والا یہ عمل حرم مکی کو عزت وشرف واپس کرنے کا سبب بن گیا۔ اور ملت اسلامیہ ایک بار پھر مصلی ابراہیمی پر متفق ہوگئی۔ بہر حال۔

حرمین شریفین میں بیس تراویح کیوں ہوتی ہیں؟

حرمین میں بیس رکعت تراویح کیوں ہوتی ہے اگر آٹھ رکعت یا گیارہ رکعت مع الوتر ہی سنت ہے تو حرمین میں کیوں نہیں؟ آج بہت سارے لوگ عوام کو بہکاتے ہیں اور بیس رکعت تراویح کو ہی صحیح باور کرانے کے لیے حرمین کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں۔

مفتی شبیر، عالم آدمی ہیں ان کو معلوم ہے کسی جگہ کا عمل نا معیار ہے اور نا دلیل، اگر یہ چیز کبھی دلیل رہی ہوتی تو عمل اہل مدینہ کو فقہاء احناف ضرور قبول کرتے حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ امام مالک رحمہ اللہ کے اس موقف کی تردید میں ائمہ احناف نے ناصرف زبان کھولی ہے بلکہ اس کی تردید میں کتابیں تک لکھی ہیں۔ پھر بھی غیر علمی طریقہ پر عوام کو بہکانے کے لئے حرمین کے عمل کو بنیاد بنایا جا رہا ہے تا کہ عوام کو قرآن سنت سے ہٹا کر عمل حرمین میں پھنسا دیں حرمین کے عمل کو بنیاد بنانے والے یہ حضرات جب بیس رکعت تراویح کے لئے حرمین کے عمل کو بنیاد بناتے ہیں تو یہ بھول جاتے ہیں کہ حرمین میں اور بھی کچھ ہوتا ہے جس کے لیے یہاں ہندوستان میں یہی مولوی ضد اور ہٹ دھرمی کی انتہا کرتے ہوئے حرمین میں کیسے جانے والے اعمال کو غلط بتاتے اور اس کے خلاف تحریکیں چلاتے ہیں آیئے ذرا جائزہ لیں۔

روزے کی نیت اور حرمین شریفین

یہاں ہندوستان میں فقہ حنفی کے دونوں گروپ روزے کی نیت "بصوم غد نویت من شهر رمضان" کے ساتھ کرتے اور اخباروں، فولڈروں اوراوقات سحر وافطار کے تمام نقشوں میں یہ نیت لکھتے ہیں۔ جبکہ حرمین میں اس نیت کو بدعت مانا جاتا ہے کیونکہ اس کا ثبوت نہ قرآن سے ہے اور نا حدیث سے نا اجماع سے اور قیاس کی اس میں گنجائش نہیں کیونکہ یہ کوئی نیا مسئلہ نہیں ہے بلکہ جب سے روزے فرض ہوئے تبھی سے نیت بھی ضروری ہوئی اور نبی محترم نے صاف صاف فرمادیا۔''انما الاعمال بالنيات ''عمل کی صحت کا دارومدار نیت پر ہے بغیر نیت کے کوئی عمل درست نہیں ہوتا، لیکن رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا صحابہ کرام نے کبھی زبان سے نیت نہیں کی اور نہ اس کے لئے کوئی الفاظ بتائے کیونکہ نیت نام ہے ارادہ قلبی کا نیت کا تعلق دل سے ہے ناکہ زبان سے اسی لئے علماء کرام واہل لغت فرماتے ہیں''النية عمل القلب ''نیت دل کا عمل ہے، زبان کا نہیں۔

بعض مقلدین نے روزے کی نیت خود ہی تراش لی اور پھر اس کو چلتا کردیا بعض مولویوں نے یوں نیت بتائی۔''بصوم غد نويت من شهر رمضان ''بعض کو خیال آیا کہ رمصان کا مہینہ اس میں مطلق ہے اس سال کے رمضان کی نیت کی یا اگلے سال کے رمضان کی تو اس کے لئے انہوں نے یوں نیت کے الفاظ بتائے۔''بصوم غد نويت من شهر رمضان هذا''اور بعض نے یوں نیت سکھائی ''نويت ان اصوم غداً لله تعالىٰ ''لیکن تعجب ہے ان تیز فہم فقیہوں کو یہ سب موشگافیاں تو سوجھیں یہ بات نہیں سوجھی کہ نیت کی جاتی ہے۔ سحری کے وقت اور سحری کھائی جاتی

ہے آج کے روزے کی لیکن یہ بیچارے اپنے مریدوں سے ہمیشہ کل کے روزے کی نیت کراتے ہیں، ''بصوم غد نویت '' کے معنی ہوتے ہیں میں کل کے روزے کی نیت کرتا ہوں۔

کوئی پوچھے کل کے روزے کی نیت تو آپ نے کرلی آج کے روزے کی نیت کب کروگے؟

کیا کیا جائے یہاں تو بھیڑ چال ہے عمل قرآن وحدیث پر نہیں، رواج پر ہے رواج، اگر اسی طرح نیت کرنے کا پڑ گیا تو عمل اسی پر ہوگا قرآن کچھ کہے حدیث کچھ کہے صحابہ کرام کچھ کہیں کہتے رہیں کوئی نہیں سنتا، ایک صاحب سے جو زبان سے نیت کرنے پر مصر تھے۔ ہم نے پوچھا آپ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے مقلد ہیں یا فقہ حنفی کے؟ بولے امام ابوحنیفہ کے، ہم نے کہا: جھگڑا ختم آپ کسی کتاب سے امام صاحب کا ایک صرف ایک قول دکھا دیں کہ انہوں نے زبان سے نیت کرنے کا حکم دیا ہے یا ان کے شاگردوں نے یہ بتایا ہو کہ خود امام صاحب زبان سے نیت کرتے تھے، اگر آپ نے ثابت کردیا تو آپ کو حق ہوگا کہ آپ زبان سے نیت کریں ورنہ جو بات امام نے نہیں بتائی اور قرآن وسنت سے ثابت نہیں اور عقلاً بھی غلط ہے اس پر عمل چھوڑ دیں۔ کہہ کر گئے تھے کہ ہم آپ کو ثبوت لا کر دیں گے عرصہ دراز ہوا ابھی تک ان کی واپسی نہیں ہوئی۔

اذان سحری اور حرمین شریفین

ہمارے یہاں ہندوستان میں اذان سحری کا رواج نہیں، یہاں نقاروں، دفلیوں، سائرنوں کا رواج ہے اور آج ایک خاص گروپ میں ریکارڈنگ کا رواج ہے اس ریکارڈنگ میں جہاں قوالیوں سے دل بہلایا جاتا ہے وہیں فلمستان کی پریوں کے سریلے گیت بھی روحانی ترقی کا ذریعہ بنتے ہیں، بستی کے الگ الگ محلوں سے، ایس، ایم، ایس کے ذریعہ فرمائشیں کی جاتی ہیں اوران کا باقاعدہ اعلان ہوتا ہے آل انڈیا ریڈیو کی اُردو سروس یا ماضی کے ریڈیو سیلون کے، ہٹ نغمے سنا کر داد و تحسین حاصل کی جاتی ہے۔ اور عید کے دن ان ریکارڈنگ والوں کو فطرہ کا ایک حصّہ دیا جاتا ہے کہ ان بیچاروں نے ایک مہینہ برابر محنت کی ہے۔

یہ سب کچھ علماء و مشائخ کی موجودگی میں ہوتا ہے نا ان پر کوئی فتویٰ لگتا ہے اور نا ہی اس پر ناراضگی یا خفگی کا کوئی اظہار ہوتا ہے۔

ایسے میں اگر کوئی سنت کا شیدائی سحری کی اذان دے دے جو رسول کی سنت ہے خلفاء راشدین کی سنت ہے امامانِ دین و مجتہدین کی سنت ہے اس پر یہی علماء و مشائخ آسمان سر پر اُٹھا لیتے ہیں اور شر و فساد سے لے کر ہر وہ اوچھی حرکت اور ذلیل کام کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں جو ان کے ہرگز شایانِ شان نہیں ہوتا۔

اس ہنگامہ آرائی میں بھول جاتے ہیں کہ حرمین میں نہ نقارے بجائے جاتے ہیں اور نہ دفلیوں پر گیت گا کر آسمان سر پر اُٹھایا جاتا ہے اور نہ ہی سائرن کا استعمال ہوتا ہے، ریکارڈنگ کا تو تصور ہی فضول ہے۔ وہاں صرف اور صرف اذان سحری ہوتی ہے۔

آخران معصوموں کو حرمین کی اذان سحری کیوں سنائی نہیں دیتی جن آنکھوں سے وہ بیس رکعت تراویح ہوتی دیکھتے ہیں وہ آنکھیں وہ کان اذان سحری کو کیوں نہیں سنتے کیوں نہیں دیکھتے؟

سیدھا سا جواب یہی ہے کہ ان کو حرم سے یا اس کے اندر ہونے والے فعل سے نہیں رواج سے غرض ہے، بیس رکعت تراویح کا رواج ہے اس لئے اس کے لئے حرم کا سہارا لے لیا اور اذان سحری کا رواج نہیں اس لئے اس سے کان بند کر لئے آنکھیں موند لیں۔

آمین بالجہر اور حرمین شریفین

ہمارے یہاں ہندوستان میں سورۃ فاتحہ کے اختتام پر آمین بلند آواز سے کہنے کا رواج نہیں۔ اگر کوئی آمین صرف اتنے زور سے کہہ دے کہ چند دیگر مصلیوں کو بھی سنائی دے جائے تو جانو نماز کے بعد مسجد میں زلزلہ آ جاتا ہے۔ شہروں کی حالت پھر بھی قدرے غنیمت ہے قصبوں اور دیہاتوں میں تو یہ اتنا بڑا جرم ہوتا ہے کہ اس شخص سے نا صرف باز پرس ہوتی ہے بلکہ کہیں کہیں تو بعض جاہل ہاتھ اُٹھانے مسجد سے نکالنے دھمکی دینے اور آئندہ مسجد میں نہ آنے تک کی وارننگ دے ڈالتے ہیں۔

ایک صاحب نے بتایا کہ میرٹھ کی ایک بستی میں اتفاق سے ان کو جانا پڑا ایک جہری نماز میں جب امام نے ولا الضّالین کہا تو عادت کے مطابق ہم نے آمین زور سے کہہ دی۔ ادھر ہماری زبان سے آمین نکلا اُدھر ہماری پچھلی صف سے کسی کی آواز آئی ''چپ بے کمین''

نماز ختم ہوئی سب لوگ ہم کو تو کھا جانے والی نظروں سے گھور رہے تھے مگر آمین کا جواب ''چپ بے کمین'' سے دینے والے کمین پر کسی کی نظر نہیں تھی، نماز میں نماز سے غیر متعلق بات کہنے اور وہ بھی اُردو میں اور وہ بھی حدیث کی مخالفت میں اس کی نماز پر کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ ہم چونکہ اجنبی تھے شاید لوگوں نے پردیسی سمجھ کر چھوڑ دیا۔ مگر امام صاحب بڑے خیر خواہانہ طریقہ پر گویا ہوئے آمین زور سے نہیں کہنا چاہیے۔ زور سے کہنا منسوخ ہو چکا ہے۔

لیکن امام صاحب حدیث میں تو آیا ہے۔ کہہ دیا نا وہ پہلے کی بات ہے بعد میں منسوخ ہو گیا۔ لیکن فقہ حنفی میں۔

ہم اتنا ہی کہہ پائے تھے کہ کڑک کر بولے

تم لوگوں کی یہی عادت تو بہت بُری ہے کسی کا احترام نہیں کرتے کسی کی بات نہیں مانتے۔

امام صاحب میں تو

پھر بولے خاموش رہو۔

آئندہ اگر زور سے آمین کہی تو اچھا نہیں ہوگا۔

آخر ہم اپنا سا منہ لے کر چلے آئے، امام صاحب اور ان کے مریدین کو آمین سے نفرت کسی اور وجہ سے نہیں صرف اس وجہ سے ہے کہ ان کے یہاں ہندوستان میں رواج نہیں۔

لیکن حرمین میں آمین اتنی زور سے ہوتی ہے کہ یہاں ہندوستان تک سنائی دیتی ہے آخر ان بھائیوں کو حرمین کی آمین سنائی کیوں نہیں دیتی۔ اس آمین سے ان کی نمازوں میں خلل کیوں نہیں پڑتا۔

بیس رکعت پر اصرار حرمین میں ہونے کے سبب اگر صحیح ہے تو آمین صحیح کیوں نہیں ہے؟

نمازِ فجر اور حرمین شریفین

ہمارے ہندوستان میں احناف کے دونوں گروپ نماز کو اوّل وقت میں ادا نہیں کرتے، سب سے زیادہ بے احتیاطی فجر، اور عصر کی نمازوں میں کی جاتی ہے۔ فجر کی نماز کے لئے ایک صاحب نے تو یوں لکھا ہے کہ سورج نکلنے سے صرف اتنی پہلے ادا کی جائے کہ اگر نماز لوٹانی پڑے تو چھوٹی سورتوں کے ذریعہ سورج نکلنے سے قبل نماز لوٹائی جا سکے۔

اس میں حکمت کیا ہے اور یہ حکم شرعی ہے یا سیاسی؟ اس بحث کو ہم یہاں نہیں اُٹھاتے، صرف اتنا کہنا چاہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ،صحابہ کرام ، خلفاء راشدین فجر کی نماز غلس میں پڑھا کرتے تھے اس کے لئے ایک دو نہیں بیسیوں صحیح صریح مرفوع متصل احادیث موجود ہیں۔

اور پھر حرمین میں بھی نماز فجر غلس میں پڑھی جاتی ہے۔ لیکن یہ حضرات نماز کو انتہائی آخری وقت میں پڑھتے ہیں، ایسا کرتے ہوئے نہ حدیث رسول کا خیال آتا ہے اور نہ سنت رسول وسنت خلفاء راشدین کا صرف رواج کی پیروی اور فقہی گروہ بندی کی پاس داری میں نماز کو آخری وقت میں پڑھتے ہیں نہیں دیکھتے کہ

حرمین میں نماز فجر غلس میں ہوتی ہے

آخر کیوں حرمین کا عمل یہاں نظر کیوں نہیں آتا۔

اگر غلس میں نماز کی بات کی جائے تو فقاہت کی ساری حدیں پھلانگتے ہوئے اسفار کی وہ تشریحیں کرتے ہیں کہ آپ انگشت بدنداں رہ جائیں۔ لیکن یہی حضرات

رمضان میں نماز فجر اہلحدیث حضرات سے بھی پہلے پڑھ کر محو خواب ہو جاتے ہیں۔

عصر کی نماز ہندوستان میں یہ حضرات اکثر جگہوں پر مکروہ وقت میں پڑھنے کے عادی ہیں حالانکہ جب مکہ میں چار مصلے تھے تب بھی مکہ میں مصلی حنفی پر ایک مثل پر نماز ہوتی تھی جس پر ایک صاحب نے یوں لکھا کہ مصلی حنفی پر نماز پڑھانے والا امام یوسفی المذہب ہے۔

اس وقت اور آج حرمین میں نمازِ عصر اوّل وقت ہوتی ہے آخر ''حرمین کی بیس رکعت'' جن آنکھوں سے دیکھتے ہیں ان آنکھوں سے نماز عصر کا اوّل وقت ہونا نظر کیوں نہیں آتا اگر حرمین کی بیس رکعت تراویح درست ہے تو اوّل وقت میں نماز عصر ادا کرنا درست کیوں نہیں ہے؟

اذان مغرب کے بعد دو رکعت سنت اور حرمین شریفین

ہمارے ہندوستان میں مغرب کی اذان کے بعد نماز سے پہلے دو رکعت کا رواج نہیں ہے اگر کسی مسجد میں دو رکعت ادا کی جاتی ہوں تو یہ حضرات ناک بھوئیں چڑھاتے ہیں اور عوام کو ورغلانے کے لئے شور مچاتے ہوئے کہتے ہیں مغرب میں اتنا وقت کہاں ہوتا ہے کہ دو رکعت نماز کے بعد نماز کھڑی کی جائے؟

غرض یہ کہ ہر قیمت پر ان سنتوں کو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی، فعلی، تقریری، احادیث سے ثابت ہیں صحابہ کرام کے زمانوں میں کثرت سے جو نماز ادا کی جاتی تھی حرمین میں ہمیشہ ہوتی رہی لیکن ہندوستان میں رواج نہ ہونے کے سبب اس

سنت کی تخفیف کی جاتی ہے اور اس کو غلط بتایا جاتا ہے۔ جو لوگ اس کو اس لئے منع کرتے ہیں کہ مغرب کا وقت انتہائی قلیل ہوتا ہے دو رکعت کی گنجائش نہیں رہتی انہی کو ہم دیکھتے ہیں رمضان المبارک کے مہینہ میں اوّل تو اذان ہی لیٹ دیتے ہیں پھر اذان کے بعد دس سے بارہ منٹ تک افطار کرتے ہیں اور اس کے بعد نماز کھڑی کی جاتی ہے اگر کہیں کوئی امام نماز جلدی قائم کردے تو اس کی جان کو آجاتے ہیں۔

آخر جس مغرب میں دو، رکعت کی گنجائش نہیں نکل پاتی اس میں دس بارہ منٹ کی گنجائش کہاں سے نکل آتی ہے۔

اس کو من مانی کہیں، سنت دشمنی کہیں یا ضد اور ہٹ دھرمی یا رواج پرستی آخر اس کا کیا نام رکھا جائے؟

''حرمین کی بیس رکعت'' پر واویلا کرنے والوں کو آخر حرمین کا یہ عمل نظر کیوں نہیں آتا۔

کیا یہ اس بات کی دلیل نہیں کہ بیس رکعت کے لئے آپ نے حرمین کے عمل کو اس لئے اختیار نہیں کیا کہ وہ حرمین کا عمل ہے بلکہ اس لئے قبول کیا ہے کہ وہ آپ کی خواہش اور آپ کے رواج کے مطابق ہے ورنہ آپ کو حرمین کے عمل سے کوئی دلچسپی نہیں۔

اگر آپ کو حرمین کے عمل سے دلچسپی ہوتی تو ثابت شدہ سنت سے اعراض و دشمنی نہ کرتے۔

عورتوں کی پنج وقتہ نماز میں حاضری اور حرمین شریفین

ہمارے ہندوستان میں عورتوں کا داخلہ مساجد میں ان حضرات کے نزدیک سخت معیوب ہے۔ جن اوقات میں فقہ حنفی نے اجازت دی ہے ان میں بھی یہ حضرات اجازت دینے کے لئے تیار نہیں۔

جہاں مساجد میں عورتوں کی حاضری کا ذکر نکلا اور ان حضرات کو فتنہ نظر آیا۔ عورت دعوتوں میں جائے۔ ولیموں میں جائے، عقیقوں میں حاضری دے، باراتوں میں بے محابا پھرے، جلسے جلوسوں میں بے روک ٹوک جائے۔ محرم کے میلوں میں چہلم کی مجلسوں میں بارہ وفات اور عید میلا دالنبی کے جلسوں میں پوری آزادی بے پردگی، سولہ سنگار کے ساتھ حاضری دے: ان مفتیان کرام کو نہ فتنہ نظر آتا ہے اور نہ ان کی رگ حمیت پھڑکتی ہے، اب تو باقاعدہ زنانہ تبلیغی جماعتیں نکل رہی ہیں کوئی ڈر نہیں کوئی فتویٰ نہیں ------بیس رکعت تراویح کے لئے حرمین کو دلیل بنانے والوں کو آخر حرمین میں بڑی تعداد میں پنجوقتہ نمازوں میں عورتوں کی حاضری ان کا فرائض ونوافل ادا کرنا سنن ومستحبات پر عمل کرنا خود نماز تراویح میں ان کا شریک ہونا نظر کیوں نہیں آتا؟

آخر جو آنکھیں بیس رکعت تراویح کو دیکھتی ہیں وہ عورتوں کی حرم مکی حرم مدنی میں حاضری اور ان کا تراویح کو باجماعت ادا فرمانا کیوں نہیں دیکھتیں۔

اگر بیس رکعت تراویح اس لئے صحیح ہے کہ وہ حرم مکی ومسجد نبوی میں ہوتی ہے تو عورتوں کا مساجد میں جانا ہندوستان میں کیوں منع ہے جبکہ وہاں عورتیں مساجد میں نماز ادا فرما رہی ہیں۔

عید کی نماز میں عورتوں کی حاضری اور حرمین شریفین

ہندوستان میں مساجد کی طرح عید گاہ میں عورتوں کی حاضری معیوب ہے۔ ہرگز کسی عورت کو نماز عید میں حاضر ہونے کی اجازت نہیں۔

حالانکہ صحیح ترین احادیث میں کتب ستہ کی صحیح صریح مرفوع متصل احادیث میں عورتوں کو عید کی نماز میں حاضر ہونے کا حکم ہے حتیٰ کہ حائضہ عورتوں کو بھی حکم ہے کہ وہ بھی عید گاہ پہنچیں حالانکہ ان پر نماز نہیں لیکن نماز وخطبہ کے بعد جب امام دعا کرائے گا تو اس دعا میں ان کی شرکت ہو جائے گی۔

یشترکن فی دعوات المسلمین ۔ (بخاری)

لیکن ان صحیح احادیث کے ہوتے یہ حضرات رواج کو اہمیت دیتے ہیں اور صحیح احادیث کو چھوڑ کر فقہ کی بات کو اہمیت دے کر عورتوں کو عید گاہ یا عید کی نماز میں حاضری کی اجازت نہیں دیتے۔

جن لوگوں کو حرمین میں بیس رکعت تراویح نظر آتی ہے۔

آخر ان کو حرمین میں عورتوں کی عید کی نماز میں حاضری دکھائی کیوں نہیں دیتی۔ اگر بیس رکعت تراویح کے لئے مکہ ومدینہ کا عمل دلیل ہے۔ تو عید کی نماز میں عورتوں کی شرکت کے لئے مکہ ومدینہ کا عمل کیوں دلیل نہیں ہے۔

جس طرح اس کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے کہ حرمین میں بیس رکعت تراویح ہوتی ہے کیا یہ حضرات یہ بات بھی عوام کو بتائیں گے کہ حرمین میں عورتیں بھی نمازِ عید میں شریک ہوتی ہیں اگر یہ حضرات اس میں آنا کانی کریں تو عوام کو سمجھ لینا چاہئے کہ یہ سب باتیں محض رواج کی پیروی میں کی جارہی ہیں سنت رسول سنت صحابہ یا حرمین کے عمل کی وجہ سے نہیں۔

عیدین مین بارہ تکبیر زوائد اور حرمین شریفین

ہندوستان میں ہمارے یہ بھائی نمازعیدین چھ زائد تکبیروں سے پڑھتے ہیں اور بارہ تکبیروں کے ساتھ پڑھنے والوں کو بری نظر سے دیکھتے ہیں بلکہ بعض لوگ تو اہلحدیث عیدگاہ کے قریب بھی جانے سے منع کردیتے ہیں۔

فرقہ واریت کا شکار یہ حضرات پوربی دہلی کی ایک عیدگاہ میں اہلحدیث حضرات کے ساتھ نماز نہیں پڑھتے اور اپارٹمنٹ کے بیچ خالی جگہ میں نہایت مختصر جماعت کے ساتھ نمازعید پڑھنے کی ضد کو سال گزشتہ ایک دیوبندی عالم نے حق کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: عید جیسے تہوار میں یہ فرقہ بندی دھڑے بندی اور ڈیڑھ اینٹ کی الگ عیدگاہ کی روش درست نہیں ہے، مقامی مسجد کے امام کے تعصب کے سبب ہورہی عید کی مختصر جماعت خود ان کے معتبر عالم کے کہنے کے باوجود کچھ تعصب اور کچھ نذرانوں کے حصول کے لیے آج بھی جاری ہے۔ جن باتوں کو بنیاد بنا کر اہلحدیث کے ساتھ نماز پڑھنے سے روکا جاتا ہے ان میں چھ تکبیر، اور بارہ تکبیر کا جھگڑا بھی ہے۔

بیس رکعت تراویح کو حق بتانے والے اور دلیل میں حرمین کے عمل کو پیش کرنے والے کیا اپنے رویہ پہ غور کریں گے۔

حرمین میں بیس رکعت تراویح ہوتی ہیں لہٰذا یہی درست ہیں باقی غلط یہ دعوئ کرنے والے کیا یہ کہنے کی جرأت کرسکتے ہیں کہ حرمین میں نمازعیدین بارہ تکبیر کے ساتھ ادا کی جاتی ہے لہٰذا یہی صحیح ہے باقی غلط۔ جن لوگوں کو بیس رکعت تراویح نظر آتی ہیں ان کو عیدین کی نماز بارہ تکبیر کے ساتھ نظر کیوں نہیں آتی۔

یہ آٹھ ایسے عمل ہیں جو حرمین ہوتے ہیں اور احناف ان کی مخالفت کرتے ہیں،

اگر بیس رکعت تراویح کے لئے حرمین کا عمل معیار و دلیل ہے تو مذکورہ مسائل میں بھی حرمین کا عمل، معیار دلیل ہونا چاہیے۔ یہ کیا کہ جو اپنی خواہش اور رواج کے موافق ہو اس کو مان لیں اور باقی کتنا ہی کتاب وسنت کے موافق ہو اس کو رد کر دیں یہ روش انتہائی خطرناک اور انصاف سے بعید ہے۔

حرمین میں بیس رکعت تراویح کیوں ہوتی ہیں؟

اس سوال کا جواب اگر دو لفظوں میں دیا جائے تو یوں ہو گا کہ مقلدین کی ضد، ہٹ دھرمی اور اصرار بے جا کی وجہ سے۔

اس اجمال کی تفصیل یوں ہے کہ جب سعودی حکومت نے شرک و بدعت کے مظاہر کو حرمین سے دور کیا اور چار مصلوں کی غلط روش کو بھی نکال باہر کیا، مشاہد و مقابر پر بنے قبوں کو ہٹایا تو شرک و بدعت کی روٹی کھانے والوں اور افتراق بین المسلمین کے بل بوتے لیڈری چمکانے والوں کے سامنے دنیا تاریک ہوگئی، انہوں نے بھرپور کوشش کی کہ اس حکومت کو جس طرح ممکن ہو ختم کیا جائے مگر نصرتِ الٰہی ابن سعود کے ساتھ تھی۔

جب رمضان المبارک کا مہینہ آیا تو امام نے مسنون طور پر آٹھ رکعت تراویح اور تین وتر پڑھائے اور چلے گئے۔

یہ دیکھ کر بہت سارے مقلدوں کے دل میں امام حرم بننے کا سودا سمایا

امام حرم کے چلے جانے کے بعد ان لوگوں نے جماعت کرانی شروع کی۔ باقی بات پروفیسر عبدالرزاق ساجد کی زبانی سنئے۔

یہ بات جب حکومت کے نوٹس میں آئی تو اس صورتِ حال کے پیش نظر فوراً علماء کرام کی میٹنگ کال کی گئی اور ایک امر پر متفق ہونے کا ایجنڈا رکھا گیا۔ تاکہ مرکز اسلام کی ساکھ اور شان پر حرف نہ آئے۔ جس پر پوری دنیا کا فوکس ہوتا ہے۔

بے شمار کوششوں کے باوجود بیس رکعت کے قائلین مصر رہے کہ انہیں تو بیس رکعت ہی پڑھنی ہے۔

لہٰذا حکومت نے انتظامی امر کے پیش نظر دو اماموں کا تعین کر دیا۔

ایک امام دس رکعت پڑھا کر چلا جائے اور جسے مسنون تعداد کی ادائیگی کرنا ہو وہ بھی اپنا قیام اس پہلے امام کے ساتھ کر لے اور جسے مزید رکعتیں پڑھنی ہوں وہ جگہ جگہ ٹولیوں میں اور گروپوں کی شکل میں نہ بیٹھیں۔ ان کے لئے دوسرے ایک امام کا اہتمام کر دیا گیا اور یوں انتظامی نقطہ نظر سے حرمین میں، بیس رکعت تراویح دو اماموں کے ساتھ ادا کرنے کا سلسلہ چل نکلا۔

تفصیل کے لئے دیکھئے۔

حرمین شریفین میں بیس رکعت تراویح کیوں؟

از پروفیسر عبدالرزاق ساجد........

پندرہ روزہ اخبار اسلاف مالے گاؤں ۲۰ جولائی ۲۰۱۱ء

ناظرینِ کرام!

حرمین میں بیس رکعت تراویح کیوں ہو رہی ہیں اس کی حقیقت آپ کو معلوم ہو گئی۔ اُمید ہے کہ اب آپ کو کوئی یہ کہہ کر گمراہ نہیں کرے گا کہ بیس رکعت تراویح ہی سنت رسول ہے اور اس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ حرمین میں بیس رکعت تراویح ہو رہی ہیں۔

حرمین کی بیس رکعت تراویح

اور ہندوستانی مقلدین

ناظرینِ کرام!

بیس رکعت تراویح جو حرم میں ہو رہی ہیں وہ اس لئے نہیں ہو رہی ہیں کہ بیس رکعت تراویح سنت رسول ہے۔

بلکہ اس لئے ہو رہی ہے کہ وہاں کے حکمراں اتحاد بین المسلمین کو زیادہ اہمیت دیتے ہیں کسی جزوی واقعہ یا عمل کے مقابلہ میں۔

اس کے برخلاف مقلدین ہند کے نزدیک ان کا اپنا مسلک اسلام قرآن، حدیث اور اتحاد بین المسلمین سے زیادہ عزیز ہے اسی لئے وہ اپنے مسلک کے بارے میں ذرہ بھر لچک پیدا کرنے کے لئے تیار نہیں۔

سعودی حکمرانوں اور وہاں کے علماء کی اسلام دوستی اور دور اندیشی کی داد دینے کو جی چاہتا ہے۔ انہوں نے سنت رسول کو بھی باقی رکھا اور مقلدوں کے اصرار کو دیکھتے ہوئے افتراق سے بچنے کے لئے بیس تراویح کی اجازت بھی دے دی، دو اماموں کا تقرر کر دیا تب سے آج تک کسی امام نے ایک دن کے لئے بھی بیس رکعت تراویح نہیں پڑھائیں۔ مقلدوں کی ضد وہٹ دھرمی کا سانپ بھی مر گیا اور اتفاق کی لاٹھی بھی سلامت رہی۔

ناظرینِ کرام!

سعودی حکمراں اور وہاں کے علماء کا اصل موقف کیا ہے اس کو اگر ہم وہاں کے مشہور علماء کے اقوال اور ان کی کتابوں کے حوالے سے لکھیں گے تو بات لمبی ہو جائے گی اور یہ بحث نہ چاہتے ہوئے بھی لمبی ہو گئی ہے۔

ہم چاہتے ہیں کہ اپنے مسلمان بھائیوں سے عرض کریں کہ اگر آپ کو دیکھنا ہے تو خود مکہ ومدینہ کی دیگر مساجد کو دیکھ لو وہاں کیا ہو رہا ہے بیس رکعت تراویح یا آٹھ رکعت تراویح۔ مکہ میں حرم مکی سے قریب ترین مساجد مدینہ میں، مسجد نبوی سے قریب ترین

مساجد اس بات کی گواہ ہیں کہ اصل سنت رسول جس پر سعودی حکمراں اور وہاں کے علماء کی سب سے عظیم بڑی اور قوی تنظیم لجنۃ دائمہ قائم ہے اور جس بات کا فتویٰ دیتی ہے وہ یہی ہے کہ اصل سنت رسول تو گیارہ رکعت مع الوتر ہی ہے، ہاں کوئی نفل جان کر بیس یا اس سے زائد پڑھنا چاہے تو پڑھ سکتا ہے مدینۃ الرسول میں عالم گیر شہرت کی حامل مشہور دینی یونیورسٹی ''الجامعة الاسلامیه" مدینہ یونیورسٹی کی عظیم الشان مسجد میں آٹھ رکعت ہی تراویح ہوتی ہے۔

أئمه حرمین اور مقلدین هند

مقلدین ہند سارے رمضان ہر رات بیس رکعت تراویح کے ہی قائل ہیں، اس سے زیادہ یا اس سے کم کو وہ درست نہیں مانتے بلکہ خلاف اجماع بتا کر فتویٰ بازی کرتے ہیں اس کے برخلاف علماء حرمین کا فتویٰ تو یہی ہے۔ کہ سنت رسول تو صرف مع الوتر گیارہ رکعت ہی ہے باقی اس سے زیادہ کی کوئی قید نہیں......وہ ایک انتظامی امر کے سبب مصلے پر بیس رکعت تو پڑھنے پر عامل ہیں مگر ایک امام کے ساتھ نہیں بلکہ دو امام کے ذریعہ تفصیل گزر چکی ہے مگر آخری عشرے میں وہ بیس رکعت ابتداء شب میں اور دس رکعت آخر شب میں پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور یہ عمل بھی حرمین کا ہے۔

ہمارے غیر اہلحدیث بھائی جو شور کرتے رہتے ہیں حرم میں بیس رکعت تراویح ہوتی ہے وہ صرف رمضان کی بیس تراویح تک کے لیے تو درست ہے وہ بھی اس تصریح کیساتھ کے دو امام بیس پڑھاتے ہیں۔

باقی کے دس دن میں وہ ۲۰ ادھر ابتدائی شب میں اور دس آخر شب میں پڑھتے ہیں۔ جس کا سیدھا سا مطلب ہے کہ ہندوستان کے غیر اہلحدیث حضرات کا یہ سمجھنا کہ ہم وہ کام کر رہے ہیں جو حرمین میں ہو رہا ہے غلط ہے۔

اور اس طرح مفتی شبیر احمد قاسمی کے رسالہ کا جواب مکمل ہوا۔

والحمد لله علی ذالك وصلی الله علی خیر خلقه محمد وآله وسلم۔

☆☆☆

فہرست مطالب

عنوان	صفحہ

یہ رسالہ

مندرجہ ذیل سوالوں سے بحث کرتا ہے

- رسول اللہ ﷺ نے جب تین دن جماعت سے تراویح پڑھائی تو وہ کتنی رکعت تھیں؟
- حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کتنی رکعت پڑھانے کا حکم دیا؟
- بیس رکعت پر صحابہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین کے اجماع کی حقیقت کیا ہے؟
- شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کا مسلک تراویح کے بارے میں کیا ہے؟
- کیا کسی صحیح مرفوع روایت سے رسول اللہ ﷺ کا بیس رکعت پڑھنا ثابت ہے؟
- حرمین میں بیس رکعت تراویح کے پیچھے کون؟
- عمل رسول، فرمان فاروقی، عمل صحابہ، یا مقلدین کی ضد اور ہٹ دھرمی۔

پڑھئے اور حق شناس بنئے

Published By

IDARA TAHAFFUZ-E-KITAB-O-SUNNAT
Phatak Habash Khan Delhi-6

Printed By: Salafi Book Centre ...: 09136500582